ابوالکلام آزاد

کی

تاریخی شکست

تحریک پاکستان کا ایک ناقابل فراموش باب

علماء اہلسنت کی کتب PDF میں
حاصل کرنے کیلئے
تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن
کریں
https://t.me/tehqiqat
گوگل سے ڈاؤن لوڈ کرنے لئے
https://
archive.org/details/
@zohaibhasanattari

طالب دعا زوہیب حسن عطاری

کتاب —— ابوالکلام آزاد کی تاریخی شکست (روداد مناظرہ)

مرتب —— محمد جلال الدین قادری

تقدیم —— مختار جاوید

کتابت —— عبدالقیوم

پروسس —— حافظ پروسس

پروف ریڈنگ —— حافظ محمد حامد

تعداد —— ایک ہزار

صفحات —— ۱۲۸

طبع اول —— رجب ۱۴۰۰ھ، مئی ۱۹۸۰ء

ناشر —— قمرالدین ناظم مکتبہ رضویہ

طابع —— محبوب پرنٹنگ کارپوریشن، سرکلر روڈ لاہور

قیمت —— چھ روپے ۵۰ پیسے

ملنے کے پتے

۱۔ مکتبہ رضویہ، ۲۴/۲ سوڈیوال کالونی، ملتان روڈ لاہور

۲۔ عظیم پبلی کیشنز، پوسٹ بکس ۱۹۹۶، لاہور

۳۔ رضا پبلی کیشنز بازار داتا صاحب، لاہور

انقلابات و حادثات نے ماضی کے بہت سے نظریات کو یا تو رد کر دیا ہے یا اُن پر مُہرِ تصدیق ثبت کر دی ہے ــ آیئے ماضی کے ان مشاہدات و تجربات کی روشنی میں ان نظریات کا جائزہ لیں ــ

(فاضل بریلوی اور ترک موالات مطبوعہ لاہور ۱۹۷۱ء صفحہ ۱۵)

ایک مفکّر کا قول

وہ قوم جو اپنے اسلاف کے کارناموں
سے بے خبر ہے، اس قابل نہیں کہ دُنیا میں زندہ
رہے۔

فہرس

عکسِ نوادرات

جماعتِ رضائے مصطفےٰ (ہند)

کے نام

(۱) جس نے گاندھی کے طلسم کو پاش پاش کر دیا۔

(۲) جس کے سامنے کانگریسی علماء کے زورِ خطابت کا چراغ نہ جل سکا۔

(۳) جو ناموسِ رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کا فریضہ بہ طریق احسن سر انجام دیتی رہی۔

عرضِ حال

ایک دوست کے ہاں سیارہ ڈائجسٹ ماہ نومبر ۱۹۷۷ء کا شمارہ نظر سے گزرا جس میں شائع شدہ ایک انٹرویو میری توجہ کا مرکز بنا۔ یہ انٹرویو مشہور صحافی اور اس وقت کے مدیر سیارہ ڈائجسٹ جناب مقبول جہانگیر نے ندوہ کے ایک بزرگ فاضل مولانا محمد فضل قدیر ندوی سے کیا تھا۔

مولانا گزشتہ پون صدی کی تاریخ برصغیر پاک و ہند کے عینی شاہد ہیں۔ مقبول جہانگیر صاحب کے اس سوال کے جواب میں کہ

"مولانا، گاندھی کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟" میں نے چبھتا ہوا سوال کیا" کیا علمائے دین کا اُسے یوں مسجدوں اور دینی درس گاہوں میں لیے لیے پھرنا درست تھا؟"

آپ فرماتے ہیں :-

" آپ کا سوال اپنی جگہ اہم ہے۔ اُس زمانے میں ہوا ہی ایسی چلی تھی کہ سب گاندھی کے طلسم میں گرفتار تھے! حتیٰ کہ بڑے بڑے مسلمان اکابر بھی اس کے ساتھ تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے اس معاملے میں ٹھوکر کھائی تاہم بہت جلد گاندھی کا طلسم ٹوٹا۔ مجھے یاد آیا کہ پورب کے دیہات میں یہ افواہ پھیلی کہ گاندھی جی ہی امام آخر الزماں اور (نعوذ باللہ) امام مہدی ہیں: چنانچہ دیہاتی مسلمان مجھ سے سوال کرتے تھے، " مولوی صاحب، مہاتما گاندھی امام مہدی ہے؟" میں جواب میں کہتا تھا: " ارے یہ تو کافر ہے۔ خبردار جو کسی نے اس کے

بارے میں ایسا عقیدہ اختیار کیا۔" بعد ازاں مَیں نے مولانا عبدالباری فرنگی محل سے اس افواہ کا تذکرہ کیا۔ مولانا طیش میں آکر فرمانے لگے:-

" گاندھی محض سیاسی فقیر ہے جو مسلمانوں کو دھوکا دے رہا ہے۔" خیر، یہ تو عوام کا بھولاپن تھا، لیکن تعجب ہے کہ خواص، جو اندر سے باہر سے قطعی مجسّم کھدّر بن گئے، وہ بھی قومی تخصّص سے تہی دامن ہو گئے۔"

خود اپنے متعلق بھی اُنہوں نے اعتراف کیا ہے کہ کانگریسی اثر کے تحت وہ "گاندھی کی جے" پکارتے رہے ہیں، چنانچہ ان کے اپنے الفاظ میں:

"مَیں اور مولوی خیرالانام اُسی دن گاندھی کی قیام گاہ پر گئے۔ انہیں اور علی برادران کو دارالعلوم[1] میں آنے کی دعوت دی۔ رات کو رفاہِ علم میں جلسہ تھا۔ جلسے سے فراغت پاکر گاندھی، علی برادران اور مولانا عبدالباری فرنگی محلی دارالعلوم پہنچے۔ مَیں نے بلند آواز سے" مہاتما گاندھی کی جے" پکار دی ــــــ"

اس سیاسی اور مسلکی پس منظر میں جب ان کے حسب ذیل الفاظ پڑھے،

" میں بریلی پہنچا۔ وہاں مولانا ابوالکلام اور استاذ اسلامیات علی گڑھ کالج مولانا سلیمان اشرف کے درمیان ترک موالات کے بحث پر بڑے معرکے کا مناظرہ ہو رہا تھا جس میں بالآخر ابوالکلام آزاد جیت گئے۔"

تو میرے لیے کوئی حیرت کی بات نہ تھی کیونکہ تاریخ مسخ کرنے کا یہ سلسلہ کافی طویل اور دیرینہ ہے۔ بدقسمتی سے ذرائع ابلاغ ایسے ہاتھوں میں ہیں جو سیاہ کو سفید اور سفید

---

[1] یعنی مشہور دینی درس گاہ ندوۃ العلماء، لکھنؤ

کو سیاہ کر دکھانے کی سعی پیہم میں پوری قوت سے مصروف ہیں۔

لیکن میں نے اس وقت یہ فیصلہ کر لیا کہ اس تاریخی مناظرہ کے اصل واقعات نئی نسل کے سامنے لانے کی کوشش کروں گا تا کہ وہ جان سکے کہ کانگریس کا یہ "شو بوائے" جو سیاسی محاذ پر حضرت قائد اعظم علیہ الرحمۃ کے سامنے بار بار ناک رگڑ چکا تھا، مذہبی سٹیج پر کانگریس کا یہ امام الہند اور ابو الکلام علمائے حق کے سامنے کیوں کر بے کلام ہو گیا۔

میں نے اس تاریخی مناظرہ کی تفصیلات تو بہت سے بزرگوں سے سن رکھی تھیں لیکن مجھے اس شائع شدہ کتابچہ کی تلاش تھی جو اس زمانہ میں "روداد مناظرہ" کے نام سے چھپ کر تقسیم ہوا تھا۔ بحمد اللہ یہ نادر کتابچہ محترم و مکرم حضرت مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری صاحب دام برکاتہ' نے فراہم کر دیا۔

آغاز کار ہی میں مخدومی حضرت حکیم محمد موسیٰ صاحب امرتسری نے کچھ نایاب کتب عنایت کیں جب کہ محترم الحاج میاں غلام مرتضیٰ صاحب کے عطا کردہ رسالہ دوامغ الحمیر اور دیگر کتب نے اس راہ کو مزید آسان بنایا۔

ان کے علاوہ مولانا صاحبزادہ محمد حبیب اللہ نعیمی، مفتی محمد علیم الدین مجددی، جناب محمد رفیق خاں ایم اے، صاحبزادہ غلام محی الدین، محمد فاروق حسن درگاھی، ظفر اقبال نیازی نے اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا اور جناب مختار جاوید خاص طور سے شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے تاریخی حوالوں سے مزین تقدیم لکھ کر اس کتاب کی افادیت کو دوچند کر دیا ہے۔

میں ان تمام حضرات کا صمیم قلب سے شکر گزار ہوں۔

محمد جلال الدین قادری عفی عنہ
سرائے عالمگیر

۱۳ ربیع الآخر ۱۴۰۰ھ، یکم مارچ ۱۹۸۰ء

ممتاز دانشور

پروفیسر مرزا محمدؐ منوّر

گاندھی کے لیے عام مسلم ملّت کے افراد مسلمان ہی نہ تھے وہ افراد ہی مسلمان تھے جو آشرم نشین ہو سکتے تھے۔ تلک لگا سکتے تھے۔ ہندوؤں کے سے انداز میں پرنام کر سکتے تھے۔ ہندوؤں کی سی ٹوپیاں پہن سکتے تھے اور مسلمانوں کو ہندو قوم سے جدا نہ جانتے تھے۔ گویا خدا پرست اور بت پرست، گاؤ خوار اور گاؤ کا پرستار ایک ہی ملت کے فرد تھے۔

مضمون بعنوان "حقیقت حال"

بحوالہ روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۰ ستمبر ۱۹۷۹ء صفحہ آخر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

تقدیم

تاریخ نویسی مسلمانوں کا محبوب و مرغوب شغل رہا ہے۔ برصغیر پاک و ہند کی تاریخ کے مآخذ و منابع بھی مسلمان مؤرخین ہی کے مرہون ہیں۔ انگریز کی سو سالہ غلامی نے نسل کا جوہر ہمارے اندر دبا دیا ہے، شعور یا اس کا اثر ہے کہ قیام پاکستان کے ۲۲ سال بعد بھی ہم دو قومی نظریہ —— اسلامی تہذیب جس کو اجاگر کر کے ہی پاکستان کی تحریک بالآخر کامیابی سے ہمکنار ہوئی، کے تار و پود کے اظہار کو اپنی تاریخ مرتب کرنے کے لیے جمع نہیں کر سکے۔ نتیجہ یہ ہے کہ پاکستان پر لکھی جانے والی کتابوں میں سے تقریباً ۵ غیر مسلموں اور غیر ملکیوں کی ہیں اور ان لوگوں نے عمداً یا سوجھ بوجھ کی کمی کی وجہ سے ہماری تاریخ میں اس قدر گھپلا کیا ہے کہ نئی نسل جس نے اس سرزمین پر "ہندو مسلم اتحاد" کے دلفریب اور گمراہ کن نعرے —— اور پھر

پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ

کے دلنشین نعرے نہ تو اپنے کانوں سے نہیں سنے —— اپنے ذہن میں نظریۂ پاکستان کی صحیح واضح اور روشن تصویر نہیں بنا سکتی۔

آزادی سے قبل سیاست پر زیادہ تر ہندو کے ہاتھ میں تھا اور سواد اعظم یا ملت کے باشعور رہنما کسی ایسی تحریک میں شامل ہونے کے لیے تیار نہ تھے جس کی باگ ڈور

مشرک اور کافر ہندو کے ہاتھ میں ہو، اس لیے ہندو اور نیشنلسٹ مسلمانوں نے حسب عادت انہیں بدنام کیا۔ [1]

آج بھی کچھ لوگ اس کوشش میں ہیں کہ "ہم اپنے اسلامی ماضی —— اور اسلامی روایات —— بالخصوص اسلامی فکر کو یا تو بالکل فراموش کر دیں [2] یا پھر مسخ کر کے پیش کریں [3]"۔ یقیناً یہ ہندو جاتی کے جھوٹے پروپیگنڈے کا ھی اثر ہے جو اب تک چلا آرہا ہے۔

---

[1] روزنامہ نوائے وقت، لاہور ۵ ستمبر، ۱۹ نومبر ۱۹۷۵ء

[2] ملک کے نامور صحافی جناب زیڈ۔ اے سلہری فرماتے ہیں:-

"انہوں (قوم پرست علماء نے اس (پاکستان) کے قیام کے لیے کوئی کوشش نہیں کی اور وہ تحریک پاکستان کو اس لیے فراموش کرانا چاہتے ہیں کہ اُن کا اس تحریک میں کوئی کردار نہیں، وہ لوگ ابھی تک اپنے نظریے سے منحرف نہیں ہوئے۔ اس لیے ہمیں دوست اور دشمن کو پہچاننا چاہیئے۔"

(خطبات آل انڈیا سُنّی کانفرنس مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء ص ۵)

[3] حال ھی میں شائع ہونے والی ایک کتاب میں مصورِ پاکستان اور بانئ پاکستان کو تضحیک کا نشانہ بنانے کی شرمناک جسارت کی گئی ہے۔ "قرار داد لاہور اور ڈاکٹر اقبال" کے عنوان سے فاضل "تاریخ ساز" رقمطراز ہیں:-

"۱۹۳۰ء میں اقبال نے جو تجویز دی اور مسلم لیگ نے ۱۹۴۰ء میں جو قرار داد پاس کی، دونوں کے مابین نہ تو الفاظ کی ہم آہنگی پائی جاتی ہے اور نہ ھی مقصد کے وزن میں کوئی برابری ہے —— پھر نہ جانے وہ بلی کس تھیلے سے نکلی، جس نے جناح اور اقبال کے نقشے کو تار تار کر دیا۔ اس حقیقت کی نشان دھی

پاکستان کے ایک قلم کار پروفیسر احمد سعید بعض دانشوروں کا پردہ چاک کرتے ہوئے ـــــ "کیا مسلمان اور ہندو ایک قوم ہیں؟" کے تحت لکھتے ہیں کہ:-

"ہندو مؤرخین اور ان کے ہمنوا نیشنلسٹ مسلمان یہ الزام عائد کرنے میں ذرا بھی نہیں ہچکچاتے کہ مسلمان انگریزوں کے پٹھو تھے۔"

(روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۶ ستمبر ۱۹۷۵ء)

محبِ وطن صحافی اور مؤرخ عنایت عارف (سابق مدیر 'مسلم' لاہور) "نظریۂ پاکستان کے تاریخی پس منظر پر ایک نظر" کے زیرِ عنوان رقم طراز ہیں کہ:-

"ہندوستان کی تاریخ میں ہندو ہمیشہ مسلمانوں اور اسلام کا دشمن رہا ہے اور اس نے اس قوم کو مٹانے کے لیے کوئی دقیقہ کبھی فروگذاشت نہیں کیا۔ تاریخ ہند کا یہ دلچسپ پہلو ہے کہ ہندو، مسلمان شخصی حکومتوں کا تو ہمیشہ مقابلہ کرتے رہے لیکن ان بے شمار بوریا نشین درویشوں کا مقابلہ نہ کر سکے جو ہمیشہ اس دو قومی نظریہ کی آبیاری میں

کے بعد موجودہ پاکستان کا خالق علامہ اقبال کو قرار دینا اقبال کی عظمت کو جھٹلانا ہے ـــــ"

(جانباز مرزا، کاروانِ احرار (جلد چہارم) مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء ص ۲۳۱-۲۳۲)

تاریخ گری کی اس نئی کوشش کے ساتھ ساتھ ذرا یہ اقتباس بھی ملاحظہ فرمائیں:-

"ـــــ تحریکِ پاکستان کا نام لینے والے اور اس کے لیے کام کرنے والوں میں سے پہلا مسلمان لدھیانے میں مجلس (احرار) کے ارکان کے ہاتھوں شہید ہوا۔"

(روزنامہ نوائے وقت لاہور ۱۲ ستمبر ۱۹۷۹ء، مضمون وقار انبالوی: تحریکِ پاکستان کی تاریخ [illegible] ناقابلِ فراموش [illegible])

ہر دور اور ہر قسم کے سیاسی حالات میں سرفروشانہ جدوجہد میں مصروف رہے ہیں۔ درحقیقت یہی وہ مبارک ہستیاں تھیں جو تمام سیاسی نشیب و فراز سے بے نیاز اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں ہمہ تن مصروف رہتی تھیں اور اسلامی اقدار کے احیاء کے لیے ہر لحظہ کوشاں رہتی تھیں۔ ان نفوس قدسیہ کی بدولت کبھی کسی جابر سے جابر مسلمان بادشاہ کو دین میں پیوندکاری کی جرأت نہ ہو سکی۔ مغلیہ دور کے اکبر اعظم نے اپنی جھوٹی عظمت کے نشے میں سرشار ہو کر جب دین الٰہی کے نام سے اپنا ایک سیاسی مذہب ایجاد کیا تو حضرت محمد باقی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی جیسی بلند پایہ ہستیوں نے ان کی عظمت و شوکت کو برسر عام للکارا اور دین مصطفٰے میں پیوندکاری کی اس ناپاک کوشش کو تاریخ کا نشان عبرت بنا دیا۔ ان بدترین قسم کی شخصی حکومتوں کے دور میں بھی مسلمان سواد اعظم نے اسلام کا پرچم ہمیشہ بلند رکھا کیونکہ یہ حقیقت کسی تشریح کی محتاج نہیں تھی کہ ہندوستان جیسے وسیع و عریض ملک میں صرف اسلام ہی مسلمانوں کی بقاء و سلامتی کا ضامن ہو سکتا تھا۔ اسلام کی عظمت عظمیٰ سے محروم ہو کر ان کے لیے پورے ہندوستان میں کہیں کوئی جائے پناہ باقی نہ رہتی۔ یہی وجہ ہے کہ ہندو ہمیشہ اسلام کو مٹانے کے لیے وہ سب کچھ کرتے رہے ہیں جو ان کے قبضہ و اختیار میں تھا۔ ان شخصی حکومتوں کے زوال کے بعد جب فرنگی استعماریت نے ہندوستان پر قبضہ جمایا تو ان کی دوررس نگاہوں نے بھی مسلمانوں کی اجتماعی قوت اور سرچشمۂ اقتدار کو بھانپ لیا کہ درحقیقت اسلام ہی وہ پوشیدہ قوت ہے جو کسی بھی وقت ان کے اقتدار کے لیے

خطرہ بن سکتی ہے۔ چنانچہ انہوں نے پوری طاقت سے اسلام اور مسلمانوں
کے استحصال کی مہم شروع کر دی۔ ان گنت علماء پھانسیوں پر لٹکا
دیئے گئے۔ مسلمانوں کے بے شمار مدرسے بند کر دیئے گئے اور اسلامی
اقدار کو مسخ کرنے کے لیے بے شمار میخانے کھول دیئے گئے۔ ہندوستان
بھر کے ہندو اس مہم میں اُن کے ساتھ شامل ہو گئے۔ مسلمانوں پر ملازمتوں
اور تجارت کے دروازے بند کر کے انہیں معاشی بدحالی میں مبتلا کر دیا
گیا۔ اس کے ساتھ عیسائی مشنریوں کی ایک فوج عیسائیت کی تبلیغ
و اشاعت کے لیے پورے ہندوستان میں پھیل گئی۔ غیر ملکی غلامی کے
اس تاریک دور میں جب مسلمانوں کی تمام تر سرگرمیاں تقریباً مسجدوں
کی چار دیواری تک محدود ہو کر رہ گئی تھیں، مسلمان توحید و رسالت
کی اس امانت کو اپنے سینوں سے لگائے حکمران قوم کے لرزہ خیز مظالم
برداشت کر رہے تھے۔ ہندو کی اسلام دشمنی کا جذبہ اور زیادہ قوی
ہو چکا تھا۔ وہ اجتماعی سطح پر مسلمانوں کو نقصان پہنچانے اور انہیں
کو ہند بدر کرنے کے لیے شدھی و سنگھٹن طرح طرح کی سازشوں اور
ریشہ دوانیوں میں مصروف رہتے تھے۔ یہی نہیں پھر انہوں نے متحدہ
قومیت کا ڈھونگ کانگرس کی مدد سے اپنے تمام وسائل سے شروع
کیا اور مسلمانوں میں یہ تاثر پھیلانا شروع کیا کہ درحقیقت مسلمان
اور ہندو ایک ہی قوم ہیں اور ہندوستان میں صرف ایک قوم آباد ہے
جسے ہندوستان کہتے ہیں۔ یہ ہندو سامراجیت کی نہایت گہری سازش
تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ مسلمان بحیثیت قوم ختم ہو جائیں اور ہندو
اکثریت کا ایک بے اثر ضمیمہ بن کر رہ جائیں۔ ہمارے بے شمار

سادہ لوح اور عاقبت نااندیش عُلماء کرام بھی ان کے اس دامِ تزویر کا شکار ہو گئے اور نیشلسٹ عُلماء کہلانے میں فخر محسوس کرنے لگے۔"[۱]

مذکورہ بالا طویل اقتباس کے بعد جناب عنایت عارف، انیسویں صدی کے پُرفتن عہد ــــ جس میں اکبری دور کی فتنہ سامانیوں کی تجدید ہونے لگی، میں بعض مُسلمان زعماء جن کی دور رس نگاہوں نے فتنہ و فساد کا مرکز بھانپ لیا اور ملّتِ اسلامیہ کی سرفرازی اور سربلندی کا راز سمجھ لیا تھا، کا مختصر تذکرہ کرتے ہوئے "دو قومی نظریہ" کو مزید وضاحت سے بیان کرتے ہیں کہ:۔

"ــــ اس دور کے چند مُسلمان زعماء کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ مُسلمانوں نے بحیثیت مجموعی یہ محسوس کرنا شروع کیا کہ ملّتِ اسلامیہ تاریخ کے ہر دور میں اپنے الگ اور علیحدہ قومی وجود کو برقرار رکھنے کے لیے ہمیشہ مخالف اور دُشمن قوتوں سے برسرِ پیکار رہی ہے۔ کفر و شرک اور الحاد و بے دینی سے ان کی کسی بھی نوعیت کی مفاہمت کبھی ممکن نہیں کیونکہ اپنے مزاج کے اعتبار اور ایک مکمل ضابطۂ حیات ہونے کی حیثیت سے اسلام کبھی کسی قسم کی پیوند کاری کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ ان دردمند مسلمان زعمائے کرام کی سعی و کوشش سے یہ حقیقت بھی واضح طور پر عوام کے اذہان و قلوب پر مرتسم ہونے لگی کہ ملّتِ اسلامیہ کا وجود ہمیشہ ہر جگہ اور ہر دور میں اسی دو قومی نظریہ کا رہینِ منت رہا ہے کیونکہ حضرت مُحمّد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کفر اسلام کے خلاف ملّت واحدہ ہے۔ کفر و الحاد کسی بھی شکل میں ہو کسی بھی روپ میں ہو اور کسی بھی

---

[۱] ماہنامہ "منشور" (نظریہ پاکستان نمبر) [illegible] ص ۵-۶

ازم اور نام نہاد مذہب کے بھیس میں ہو ہر حال میں اسلام کا دشمن ہے کسی بھی ملک اور کسی بھی معاشرے میں جتنی بھی غیر مسلم قومیں موجود رہی ہیں وہ اسلام کے مقابلے میں ہمیشہ متحد اور متفق رہی ہیں۔ یورپ کی صلیبی جنگیں اور ہندوستان کے ہزاروں راجاؤں اور مہاراجاؤں کا اسلام کے مقابلہ میں گٹھ جوڑ اور اتحاد اس حقیقت کا بین ثبوت ہے دو قومی اور دو ملّی نظریے کا آغاز تو اسی وقت ہو گیا تھا جب اللہ نے قرآن کریم میں یہ فرمادیا کہ آج ہم نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور اپنی وہ نعمت تمام کر دی ہے جسے اسلام کہتے ہیں۔ سرزمین عرب کے بے شمار قبائل جو ہمیشہ آپس میں متصادم رہتے تھے اسلام کے خلاف ہمیشہ متحد ہو کر مصروف عمل رہے ہیں۔ جنگ بدر سے لے کر آخر تک ہر معرکے میں اسی نظریے کی روح کارفرما نظر آتی ہے۔ اس لحاظ سے دو قومی یا اس کے وسیع تر مفہوم میں دو ملّی نظریے کے بانی خود پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تھے کیونکہ یہ نظریہ تعلیمات قرآنی کی روح کے عین مطابق ھی نہیں بلکہ اس کا ایک بنیادی تقاضا بھی تھا۔ اس کے بغیر نہ اسلام اپنے ضابطۂ حیات کو عملی طور پہ نافذ کر سکتا تھا اور نہ مسلمان بحیثیت ملت اپنے وجود کو برقرار رکھ سکتے تھے۔ اگر آپ اس نقطۂ نظر سے تاریخ اسلام کا مطالعہ کریں تو یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ مخالف اور دشمن قوتوں نے ہمیشہ ہر دور میں اسلام کے اس اہم ترین نظریے کو مسخ کرنے اور اس کی شکل و صورت بگاڑنے کے لیے ہر رنگ میں بے شمار کوششیں کی ہیں۔ ہر دشمن اسلام تحریک کا بنیادی مقصد یہی رہا ہے خواہ وہ

ظاہری شکل و صورت کے اعتبار سے کیسی ہی تحریک کیوں نہ ہو۔

ہندوستان میں پہلے انگریز حکمرانوں اور اس کے بعد ہندوؤں نے باہمی تعاون سے ملتِ اسلامیہ کی اس بنیاد کو منہدم کرنے کے لیے بے شمار سازشیں کیں۔ متحدہ ہندوستانی قومیت کا نظریہ اسی سلسلے کی ایک تاریخی کڑی تھی۔ ساحران ہند کے اس طلسم ہوشربا میں کیسے کیسے بلند پایہ مسلمان مفکرین اور راہنماؤں نے اپنی متاع دین و دانش لٹادی اس کا جواب ماضی قریب کی تاریخ سے پوچھئے اور عبرت حاصل کیجئے۔ [1]

ان انمٹ حقائق کی روشنی میں یہ بات روز روشن سے بھی زیادہ واضح ہوگئی کہ اسلام کو ماننے والے ایک قومیت ہیں اور ہر مسلمان اس قومیت کا حصہ ہے جب کہ اسلام کے منکرین دوسری ملت ہیں ــــــ اور اسی تشخص اور تخصص کا نام اسلامی آئیڈیولوجی اور نظریۂ پاکستان ہے۔

ذیل میں ایک اہم رائے ملاحظہ ہو، جو اختصار کے ساتھ درج کی جاتی ہے جس سے تحریک قیام پاکستان کے دوران، متحدہ قومیت کے باطل و گمراہ کن نظریے اور اس کے حسین فریب میں گرفتار پجاریوں کا پردہ چاک ہوتا ہے۔

ممتاز صحافی اور ماہنامہ "حکایت" کے مدیر عنایت اللہ کہتے ہیں کہ:۔

"قومیت کے اس فریب کارانہ نظریے کا خالق مہاتما گاندھی اور اس کی صف کے دیگر ہندو لیڈر تھے ــــ ان ہندو لیڈروں اور مفکروں نے مسلمانوں کا رشتہ اسلام سے توڑنے کے لیے" ہندوستانی

---

[1] ایضاً، ص ۶-۷

قومیت" کا فلسفہ عام کیا۔ اسی کے تحت انہوں نے ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کو ہندوستانی (ہندو، سکھ اور مسلمان) سپاہیوں کی بغاوت کہا۔ افسوسناک امر یہ ہے کہ بعض مسلمان بھی اس نظریۂ قومیت کے قائل ہو گئے۔ یہی وہ مسلمان زعما دانشور اور علماء تھے[1] جنہوں نے مطالبۂ پاکستان اور دو قومی نظریے کی مخالفت کی تھی۔ انہوں نے آج تک پاکستان کو تسلیم نہیں کیا ——"

تقریر: مجلسِ مذاکرہ ۹ مئی ۱۹۷۸ء، نیشنل سنٹر راولپنڈی

(بحوالہ ماہنامہ "حکایت" لاہور شمارہ جون ۱۹۷۸ء ص ۱۰۰ - ۱۰۱)

قوم پرست علماء اور ان کے متبعین نے تحریکِ ترکِ موالات و تحریکِ خلافت (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء) کے زمانے میں ہندوؤں اور سکھوں کے ساتھ وداد و اتحاد کا حق ادا کر دیا اور پھر بعد میں سیاسی پلیٹ فارم سے مشرکینِ ہند کے ساتھ پورا پورا تعاون کیا اور مسلمانوں کی ہیئت اجتماعی و قوت متحرکہ کو پارہ پارہ کرنے کی مذموم

---

[1] یعنی قوم پرست علماء جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں شریک نہیں تھے اور انہوں نے من حیث الجماعت انگریزوں کا ساتھ دیا بلکہ وہ مسلمان حریت پسندوں سے نبرد آزما بھی ہوئے۔

تفصیلات کے لیے ان مآخذ کا مطالعہ کیا جائے:

(ا) محمد عاشق الٰہی میرٹھی: تذکرۃ الرشید، مطبوعہ کراچی
(ب) محمد مسعود احمد: تحریک آزادیٔ ہند اور السواد الاعظم، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء
(ج) حسنین رضا خان: دنیائے اسلام کے اسباب زوال، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء
(د) ایس انور علی، صوفیا اور علماء (انگریزی)، مطبوعہ کراچی ۱۹۷۹ء

سعی آخر دم تک کرتے رہے بلکہ ——— بعض، وفاداری بشرط استواری ——— اس پاک سرزمین پر اب تک اپنے نظریے ——— نظریہ قومیت سے منحرف نہیں ہوئے حتیٰ کہ پاکستان کے قیام کو "گناہ" کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ کاش یہ حضرات[1]، آزادی اور غلامی کے درمیان فرق محسوس کر سکتے۔

آزادی کا اک لمحہ ہے بہتر
غلامی کی حیاتِ جاوداں سے

بزرگ صحافی جناب وقار انبالوی اپنے کالم "گزرا ہوا زمانہ" میں ایک جگہ لکھتے ہیں کہ :-

"جمعیت علمائے ہند اگرچہ بڑے بڑے بالغ نظر بزرگوں پر مشتمل تھی ——— لیکن سیاسیات میں وہ آخر دم تک حتیٰ کہ انتقال اقتدار اور تقسیم اقتدار جیسے اہم اور نازک مسائل میں بھی اس کی آواز ہندو کے نعرۂ مستانہ کی صدائے بازگشت کے سوا کچھ اور نہ تھی اور اب جو خلافت کمیٹی میں ہندوستان کے طول و عرض سے وہ مسلمان شامل ہو رہے تھے

---

[1] الطاف حسن قریشی، مدیر زندگی رقمطراز ہیں کہ :-

" وہ نیشنلسٹ مسلمان جنہیں اپنی قومی خدمات پر بڑا ناز تھا اور ہمیشہ اپنے ہم مذہبوں کی ناراضگی مول لے کر ہندو کانگریس کا ساتھ دیتے رہتے تھے تقسیم کے موقعہ پر ہندوؤں اور سکھوں کے عتاب سے نہ بچ سکے۔ یہاں تک کہ پاکستان مردہ باد کے نعرے لگانے والے مسلمان بھی اس جرم میں مارے گئے کہ آخر یہ مسلمان تو ہیں۔ "

(ہفت روزہ زندگی لاہور ۷ - ۱۳ جولائی ۱۹۷۸ء، ص ۴)

جن پر اس ملک میں بسنے والا ہر مسلمان اعتماد کرتا تھا۔ اس نے بھی ہندو کی دلداری میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ لاہور کی شاہی مسجد میں رام بھج دت چودھری اور دہلی کی جامع مسجد میں سوامی شردھانند اسی دلداری کی وجہ سے منبر امامت پر جا براجے تھے۔ اگرچہ اس مقام و منصب کے وہ نہ تو کسی طرح اہل تھے، نہ حقدار۔ اسلام میں ایمان سے نسبت کی شرط اول طہارت ہے۔ اور طہارت کے اس وسیع مفہوم سے جو شرعاً مسلمان کے دل و دماغ پر مسلط ہے۔ ہندو نہ کبھی آشنا ہوا نہ ہو گا۔ اس کے باوجود وہ منبر امامت تک پہنچ گیا — لیکن ہندی مسلمانوں کا ایک طبقہ خصوصًا وہ طبقہ جو دینی علوم کی وجہ سے زیادہ قابلِ احترام تھا۔ آخر تک یہ نہ سمجھ سکا کہ ہندو سیاسیات کا حدودِ اربعہ اور اس کا محور و مقصد — کیا ہے۔"

(روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۷ جولائی ۱۹۷۸ء، ص ۱۲)

غیر منقسم ہندوستان کے اُس پر آشوب دور میں جب کہ "متحدہ ہندوستان" اور "متحدہ ہندو مسلم قومیت" کے نعرے بلند کئے جا رہے تھے، کے خلاف پروفیسر سید سلیمان اشرف[1] (سابق صدر، شعبہ دینیات، مسلم یونیورسٹی،

---

[1] پروفیسر شیخ محمد رفیق، سید مسعود حیدر بخاری اور پروفیسر نثار احمد چوہدری نے علمائے اہلِ سنت کی سیاسی بصیرت و دور اندیشی کو خراج تحسین پیش کیا ہے، چنانچہ "آل انڈیا سنی کانفرنس" کے عنوان سے لکھتے ہیں :-

"—— اللہ تعالیٰ نے سُنّی بریلوی علماء (جو ملتِ اسلامیہ کی اکثریت کے نمائندے تھے) کو یہ توفیق دی کہ وہ تحریک پاکستان اور دو قومی نظریہ کے مسلسل

علی گڑھ) نے "جماعت رضائے مصطفےٰ" کے پلیٹ فارم سے بڑی جرأت و ہمت کے ساتھ ۱۴ رجب ۱۳۳۹ھ / ۲۴ مارچ ۱۹۲۱ء کو بریلی کے ایک جلسۂ عام میں جو "جمعیت العلمائے ہند" کے زیر اہتمام مولانا ابوالکلام آزاد کی صدارت میں ہو رہا تھا، بیباکانہ اپنے مؤقف کا اظہار فرمایا اور اُن کو مشرکین ہند (کانگرس) کے ساتھ مسلمانوں کے اختلاط و اتحاد کے خطرناک نتائج سے آگاہ کیا۔[۱]

جناب کے ایل گابا "دو قومی نظریہ" کی تاریخ یوں بیان کرتے ہیں کہ:۔

"دو قومی نظریہ" جس پر بڑے بحث مباحثے ہوتے رہتے ہیں، آل انڈیا مسلم لیگ یا آل انڈیا مسلم کانفرنس یا دیوبند[۲] یا جامعہ

مؤید و حامی رہے۔ مولانا سلیمان اشرف جو مولانا احمد رضا خاں بریلوی کے خلیفہ اور علی گڑھ میں دینیات کے پروفیسر تھے اس زمانے میں بھی ہندو مسلم اتحاد کو غلط قرار دیتے تھے جب تحریکِ خلافت کی وجہ سے مسلمان قائدین نے گاندھی جی کو اپنا لیڈر بنالیا تھا وہ کفر و اسلام کے اتحاد کو خواہ وہ انگریز کے ساتھ ہو یا ہندو کے ساتھ خارج از امکان قرار دیتے تھے۔"

(تاریخ پاکستان مطبوعہ لاہور ۱۹۷۳ء، ص ۳۲۷، ۳۲۸)

[۱] ڈاکٹر محمد مسعود احمد: فاضل بریلوی اور ترک موالات مطبوعہ لاہور ۱۹۷۲ء، ص ۷۶

[۲] اس دور میں دارالعلوم دیوبند کے چھوٹے بڑے کن مشاغل میں مصروف تھے، یہ کسی اور سے نہیں، خود علامہ شبیر احمد عثمانی، فاضل دیوبند (م۔ ۱۹۴۹ء) کی زبانی سُنیے، آپ فرماتے ہیں کہ:۔

" افسوس! وہ دارالعلوم جس کی بنیاد اولیا و اکابرین نے اسلامی تعلیم اور

ملیہ کی تخلیق نہیں تھا۔ تاریخ شاہد ہے کہ اس نظریے کا مصنف نہ تو محمد علی جناح تھے اور نہ علامہ اقبال۔

اس کی روایات کے بقا و تحفظ کے لیے رکھی تھی آج کانگریسیوں کا ایک مستحکم قلعہ بنا ہوا ہے جس میں ایک ریزرو فوج کافی تعداد میں ہر وقت جمع رہتی ہے دارالعلوم کے فرزندوں کو جہاں کانگریسی حکومت کے شوق نے ملکی آزادی کا پروانہ دے دیا ہے اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے دین سے آزادی حاصل کرنی بھی شروع کر دی ہے۔ آج بہت سے ایسے طلباء موجود ہیں جو محرمات شرعیہ اور منکرات میں اس درجہ مبتلا ہیں کہ شاید کسی ہندو کالج میں یہ بات نہ ہو۔

حضرت مولانا انور شاہ کے عہد مبارک تک دارالعلوم ہر قسم کے داخلی اور خارجی فتنوں سے پاک وصاف تھا درس حدیث میں خدا اور رسول کی اطاعت کے بجائے مہاتما گاندھی اور جواہر لال نہرو کی اطاعت کا درس نہیں دیا جاتا تھا۔ ـــــ اب تفسیر جلالین، بیضاوی اور درس حدیث میں کانگریسیت کا سبق پڑھایا جانے لگا۔ مہاتما گاندھی اور جواہر لال نہرو کے کارناموں کی نہ صرف تعریف کی جاتی ہے بلکہ اُن کی تائید قرآن وحدیث سے پیش کی جانے لگی۔ درس حدیث میں شاید ہی کوئی دن ایسا گزرتا ہوگا کہ جس میں کانگریس کا تذکرہ اور اس میں شمولیت کی تلقین نہ کی جاتی ہو ان ہی تقریروں اور رات دن کی متواتر کوششوں کا نتیجہ ہے کہ آج دارالعلوم نہ صرف ہنود کا مداح ہے بلکہ ان کے رنگ میں بہت کچھ رنگا جا چکا ہے۔"

(اخبار وحدت دہلی ۲۳ دسمبر ۱۹۳۷ء

بحوالہ اخبار دبدبۂ سکندری رامپور ۵ نومبر ۱۹۴۴ء، ص ۴)

دو قومی نظریہ تو ۱۹۲۰ء ہی میں ایک مشہور اور مسلّمہ نظریہ بن چکا تھا۔ اس وقت جناح صاحب کانگریس کے رہنما اور بقول سروجنی نائیڈو "ہندو مسلم اتحاد" کے سفیر تھے ـــــ"

(خالد لطیف گابا: مجبور آوازیں مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء ص ۱۰)

یہ اقتباس ایک بار پھر پڑھیئے اور ذرا ۱۹۲۰ء کے دور کو نگاہ میں رکھیئے تو یہ جاننا ذرا مشکل نہیں رہتا کہ وہ کون لوگ تھے جو اس زمانے میں ہندو کی عیاریوں کا پردہ چاک کرنے ـــــ مسلم قومیت اور تشخص کے تحفظ کے لیے سرگرم تھے۔

پیش نظر رسالہ ـــــ "رودادِ مناظرہ" مطبوعہ ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء مذکورہ پرفتن' نازک اور جذباتی دور کی عکاسی کرتا ہے۔ اس سے یقیناً تاریخ کے کچھ ایسے گوشے بے نقاب ہوتے ہیں جو اپنوں کے تساہل اور غیروں کی کرم فرمائی سے اب تک عوام کی نظروں سے اوجھل تھے۔ مقام شکر ہے کہ بعض مخلص اہل قلم تاریخی دھاندلیوں کے ازالہ کے لیے کمربستہ ہیں۔ جناب محمد جلال الدین قادری کی اس پُرخلوص سعی کو تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے اہل وطن یقیناً قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے۔

احقر مختار جاوید عفی عنہ
سمن آباد' لاہور
۲؍ اپریل ۱۹۸۰ء

پس منظر

۲۰ - ۱۹۱۹ء میں برصغیر مختلف تحریکوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ پشاور سے لے کر راس کماری اور کاٹھیاواڑ سے لے کر آسام تک ہر طرف اجتماعات، احتجاجات، جلوس، جلسے، گرفتاریاں، آزادی کے نعرے، وطنیت اور قوم پرستی کے بلند بانگ دعوے، آپس میں ایک دوسرے پر اتہامات اور مخالفین پر انگریز وفاداری کے الزامات ــــــ غرض ایک طوفان برپا تھا، یہ وہ وقت تھا جب پنجاب میں انگریز مظالم کا زخم ہرا تھا۔ مقامات مقدسہ اور مآثر شریفہ کی تباہی و بربادی کے داغ تازہ تھے، انگریزوں اور فرانسیسیوں نے مل کر عالم اسلام پر قبضہ کر لیا تھا۔ پہلی جنگ عظیم ختم ہو چکی تھی اور اس کے ساتھ ساتھ عظیم ترکی کی عظیم الشان سلطنت پارہ پارہ ہو چکی تھی۔ سلطنت اسلامیہ کے ساتھ اس توہین آمیز سلوک پر اسلامیان ہند قدرتی طور پر مشتعل ہو گئے۔ کیونکہ ان کی دلی ہمدردیاں اور وفاداریاں ہمیشہ ترکی کے ساتھ وابستہ رہی تھیں۔ ترکی خلافت کے غیر متوقع خاتمہ کے صدمہ نے برصغیر میں انگریزوں کے خلاف مسلسل احتجاجات کا سلسلہ شروع کر دیا۔

---

۲۱ ستمبر ۱۹۱۹ء کو آل انڈیا مسلم کانفرنس نے لکھنؤ میں احتجاجی جلسہ منعقد کیا۔ جس میں مجلس خلافت قائم کی گئی۔ ۲۷ اکتوبر ۱۹۱۹ء کو پورے برصغیر میں "یوم خلافت" منایا گیا۔ ۲۳ نومبر ۱۹۱۹ء کو دہلی میں جلسہ ہوا جس میں تحریک خلافت میں غیر مسلموں سے تعاون کی اپیل کی گئی۔ یکم جنوری ۱۹۲۰ء کو امرتسر میں خلافت کانفرنس منعقد ہوئی۔ امرتسر کے اجلاس میں کل ہند بنیادوں پر فروری ۱۹۲۰ء میں بمبئی میں پہلی خلافت

کانفرنس کے انعقاد کا اعلان کیا گیا. جس میں شرکت کے لیئے ملک کے ہر حصے سے مُسلمان بڑے جوش وخروش سے بمبئی پہنچے. خلافت کمیٹی کے اراکین اور مجلس عاملہ کا انتخاب عمل میں آیا، اس کانفرنس میں ابوالکلام آزاد نے بھی شرکت کی. جس کا اثر یہ ہوا کہ مُلک بھر میں آناً فاناً خلافت کمیٹیاں قائم ہوگئیں اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اعتدال پسند جماعت مُسلم لیگ بھی تحریک خلافت کے جوش میں آ کر دب جائے گی. اپریل ۱۹۲۰ء میں مولانا حسرت موہانی نے دہلی میں "خدام خلافت کانفرنس" منعقد کی جس کا مقصد خلافت کمیٹی کا مرکزی دفتر دہلی میں منتقل کرنا تھا.

تحریک خلافت جن مقاصد کو لے کر اٹھی وہ بڑے پاکیزہ تھے، ان مقاصد میں مقامات مقدسہ و مآثر شریفہ کی حفاظت اور سلطنت ترکی کی بحالی شامل تھے. چونکہ یہ مقاصد خالص اسلامی و رُوحانی اقدار کے حامل تھے، ان کا تعلق براہ راست مُسلمانوں سے تھا اس لیے برصغیر کی باقی اقوام کو ان سے کوئی سروکار نہ تھا.

سردار محمد خاں عزیز رقمطراز ہیں :-

"مُسلمان تباہ وبرباد ہو رہے تھے. لیکن اپنے جذبات کے جنوں میں کسی کی نصیحت پر کان نہ دھر رہے تھے. ان کی سمجھ میں یہ معمولی سی بات بھی نہ آتی تھی کہ چلیئے ہندوستان کو سوراج دلانے کی بات تو ٹھیک ہو سکتی ہے لیکن مہاتما گاندھی کو ترکی خلافت اور ترکی سلطنت سے کیا ہمدردی ہو سکتی ہے. خلافت کے تحفظ اور عدم تحفظ سے ان کا کیا تعلق ہو سکتا ہے". [۱]

---

[۱] سرگذشت پاکستان مطبوعہ لائل پور ۱۹۷۲ء، ص ۵۹

مسٹر کرم چند موہن داس گاندھی مسلمانوں کو اپنے زیرِ اثر لانے اور ان پر اپنا تسلط جمانے کے لیے مناسب موقع کی تلاش میں تھا۔ تحریک خلافت سے مسلمانوں کا دلی لگاؤ دیکھ کر فوراً مسلمانوں کے مطالبات کی تائید میں آگے بڑھا۔ مذکورہ ہیجانی اور جذباتی کیفیت کا اندازہ لگا کر خلافت کمیٹی اور کانگرس میں اتحاد کرا دیا۔ بلکہ خلافت کمیٹی کے ایک اجلاس کی صدارت بھی کر ڈالی۔ جون ۱۹۲۰ء میں بنارس میں آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے اجلاس میں خلافت کمیٹی سے کہا گیا کہ وہ مجلس ترک موالات (نان کوآپریشن) کے نام سے ایک انتظامیہ بنائے اور مفصل پروگرام مرتب کر کے اس پر عمل درآمد کرائے۔ ۲۲ جون ۱۹۲۰ء کو مسٹر گاندھی، خلافت کمیٹی اور جمعیت علمائے[1] ہند کے رہنماؤں نے ایک مشترکہ منشور کے ذریعے ترک موالات کا پروگرام بنایا۔

---

[1] جمعیت علماء ہند کا قیام دسمبر ۱۹۱۹ء میں عمل میں آیا۔ اس کے قیام کی مختصر تاریخ اور غرض و غایت تحریکِ پاکستان کے رہنما اور قائد اعظم کے معتمد ساتھی حضرت مولانا عبدالحامد قادری بدایونی (م - ۱۹۷۰ء) کی زبانی سُنیے، آپ فرماتے ہیں :-

"۔۔۔ دہلی کی جمعیت علمائے ہند جسے حضرت مولانا عبدالباری (م - ۱۹۲۵ء) اور مولانا محمد علی (م - ۱۹۳۱ء) اور حضرت مولانا عبدالماجد صاحب (م - ۱۹۳۱ء) رحمۃ اللہ علیہم کے مقدس ہاتھوں قائم ہونے کا شرف حاصل ہوا اس کے قیام کی غرض فقط یہ تھی کہ سیاسی جماعتوں اور اُن کے سیاسی مسائل کو شریعت مطہرہ کی روشنی میں جانچا جائے اور مذہبی احکام کے ساتھ حضرات علماء مسلمانوں کی سیاسیات میں رہنمائی فرمائیں افسوس کہ یہ جماعت مشرکین ہند کی دوستی کی بدولت مسلمانانِ ہند سے کٹ کر کانگریس کی آغوش میں جا پڑی۔ یہی سبب تھا کہ حضرت مولانا عبدالماجد صاحب قادری و مولانا محمد علی نے "توسیع نظام علماء" اور اس کے بعد

۷ جولائی ۱۹۲۰ء کو گاندھی نے خلافت کانفرنس کی مجلس عدم تعاون کی طرف سے ترک موالات کے منصوبے کا اعلان کر دیا جس کے تحت خطابات کی واپسی سرکاری عہدوں سے دست برداری، سرکاری مجالس میں عدم شرکت، قانون پیشہ افراد کا وکالت ترک کر دینا، سرکاری مدارس کا مقاطعہ، مجلس اصلاحات کا مقاطعہ اور سودیشی مال کا پروپیگنڈہ شامل تھا۔ جمعیت علماء ہند اور خلافت کمیٹی کے اراکین سلطنت ترکی کے تحفظ کے جنون میں جذبات میں کھو گئے۔ انہیں اس بات

"جمعیت علماء کانپور" قائم کی جس میں ہندوستان کے ہر گوشہ کے عُلماء و مشائخین نے امداد و اعانت فرمائی۔ یہ جمعیت اپنے محرکین کی حیات و ممات کے بعد بھی کام کرتی رہی آل انڈیا مُسلم لیگ کی نشاۃ ثانیہ کے بعد سے برابر مُسلم لیگ کی تحریکات کی تائید کرتی رہی۔ اُس کے ذمّہ دار حضرات مُسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے اپنا اسلامی فرض ادا فرما رہے ہیں۔ شملہ کانفرنس کے موقع پر اس جمعیت نے ہر گوشہ کے عُلماء و مشائخین کی آواز مسٹر جناح کی تائید میں حاصل کر کے وائسرائے تک پہونچائی یہ مانا کہ "جمعیت عُلماء کانپور" حضرت مولانا عبدالماجد صاحب قادری یا مولانا مظہرالدین (م۔ ۱۹۳۹ء) صاحب کے زمانۂ حیات کی طرح نمایاں نہ رہی جس کا سبب فقط یہ ہوا کہ اس کے ذمّہ دار کارکنان آل انڈیا مُسلم لیگ کی تحریکات میں منہمک ہو گئے۔ اور لیگ کے پلیٹ فارم سے بااوقات مختلف اپنے فرائض کی دعوت دیتے رہتے ہیں۔"

(اخبار دبدبۂ سکندری رامپور ۵ ستمبر ۱۹۴۵ء، ص ۔ ۶)

نوٹ:۔ مولانا موصوف کے مذکورہ بالا بیان کی تائید میں بیس کے قریب دیگر اکابر علمائے بدایوں کے اسماء درج ہیں۔ قادری

کا قطعاً ہوش نہ رہا کہ گاندھی اور اُس کی ہندو کانگریس کی یہ وقتی ہمدردیاں انہیں کس مپرسی کی منزل پر چھوڑ کر ان سے الگ ہو جائیں گی۔ اس طرح گزشتہ چند سالوں میں جو تھوڑی بہت سیاسی اور معاشی ترقی ہوئی ہے اُسے بھی ناقابلِ برداشت نقصان پہنچے گا۔

۱۹۲۰ء میں گاندھی نے مسلمانوں کو تباہ کرنے کے لیے ایک اور چال چلی، جمعیت العلماءِ ہند اور خلافتی لیڈروں سے ہندوستان کو دارالحرب قرار دلوا کر ہندوستان سے ہجرت کا فتویٰ جاری کروا دیا۔ گاندھی کی اس سازش کا مقصد یہ تھا کہ مسلمان احتجاجاً ہندوستان سے ہجرت کر کے افغانستان چلے جائیں گے۔ اس سارے پروگرام میں ہندوؤں کی چاندی ہی چاندی تھی، مسلمانوں نے اپنے مکانات اور تجارتی مراکز چند ہی دنوں میں ہندوؤں کے ہاتھوں کوڑیوں کے بھاؤ فروخت کر دیئے مسلمانوں کی اس تباہی و بربادی کو دیکھ کر گاندھی اور کانگرسی لیڈر اپنے ناپاک منصوبے کے تحت کام ہوتے دیکھ کر خوش ہو رہے تھے۔

تحریک خلافت اور جمعیت علماءِ ہند کے زعما گاندھی سے اتنے مسحور ہو چکے تھے کہ بے شمار ناکردنی باتیں بھی کرنے لگے۔ دستار و جبہ اور علم و فضل کے باوجود ان سے بعض ناجائز حرکات سرزد ہونے لگیں۔ گاندھی کی قیادت کو ایمان کا جزو تسلیم کیا گیا، اسلامی شعائر کو ترک کر کے شعائرِ کفر اختیار کئے گئے، ہندو مسلم بھائی بھائی کے نعرے لگائے جانے لگے قرآن و حدیث پر ایمان و ایقان کو ایک بت پرست پر نثار کر دیا گیا، قرآن اور گیتا دونوں کو الہامی کتابیں سمجھ کر ایک ہی درجہ دیا گیا۔ ناپاک ہندوؤں کو مساجد میں لے جا کر انہیں مسلمانوں کے واعظ و خطیب کا درجہ دیا

گیا، انہیں منبروں پر بٹھایا گیا، ہندوؤں کی خوشنودی کی خاطر ذبیحہ گاؤ ترک کرنے پر عمل کیا گیا، ماتھوں پر قشقے لگائے گئے، ہندوؤں کی ارتھی کو کندھا دیا گیا. گاندھی کو بالقوہ نبی کہا گیا، اُسے مذکر کہا گیا، جمعہ کے خطبات میں اس کی تعریف و توصیف کی گئی، اُس کے منہ سے نکلی ہوئی ہر بات کو قرآن و حدیث پر منطبق کیا گیا ——— ہاں ہاں اسلام کو برباد کرنے کی یہ سب ناپاک کوششیں خود دعوئے اسلام کرنے والوں کے ہاتھوں سرزد ہوئیں، مسلمانوں کے قومی مفاد کو جس بے دردی سے نقصان پہنچایا گیا، اس کی مثال مشکل سے ملے گی۔

اس سے بڑھ کر مسلمانوں کے ملّی تشخص کو ہندو مذہب میں مدغم کرنے کی ناپاک کوششیں شروع ہوگئیں، جو جمعیت علمائے ہند کے زعماء کے ہاتھوں پروان چڑھ رہی تھیں. جمعیت علماء ہند کے شعلہ بیان مقرر[1] اپنا سارا علمی زور اس پر صرف فرما رہے تھے کہ مسلمان بھی ہندو قومیت کا جزو ہیں ——— بلکہ ہندو قومیت سے سے بڑھ کر ایک ایسے نئے مذہب کی تشکیل کی کوششیں شروع ہوئیں جو ہندو مسلم

---

[1] روزنامہ نوائے وقت، لاہور اپنی ۲۶ راگست ۱۹۷۱ء کی اشاعت میں لکھتا ہے :-

" تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور اس قسم کے دوسرے لوگ مثلاً ابوالکلام آزاد اور حسین احمد مدنی صدر جمعیت علمائے ہند اپنے دور میں فن خطابت کے امام تھے. ہندو کانگریس نے ان کے فن خطابت ہی کی وجہ سے ان کو بھاری قیمت کے عوض خرید رکھا تھا. متحدہ ہندوستان میں جب کانگریس نے رابطۂ عوام کی ہمہ گیر مہم شروع کی تو سادہ لوح مسلمانوں کو اسلام کے نام پر بے وقوف بنانے کے لیے انہیں حضرات کے فن خطابت کا استعمال کیا ———"

امتیاز کو ختم کر دے۔ [1]

غرض جمعیت علماء ہند اور تحریک خلافت کے اکابر نے اپنی کورانہ و غیر مبصرانہ کارروائی میں وہ کچھ کیا جس کا تصوّر بھی آج رُوح کو مضطرب کر دیتا ہے، ان کی غیر اسلامی حرکات کا محض تذکرہ بھی طبائع پر گراں ہے اور بعض حضرات کے نزدیک تہذیب اور رواداری کے خلاف بھی ——————

تحریک خلافت، تحریک ترک موالات اور تحریک ہجرت میں سیاسی بصیرت کے حامل عُلماء و اکابر نے خلافت کمیٹی اور جمعیت عُلماء ہند کے طرز عمل کی مخالفت

---

[1] ۳ر جون ۱۹۲۰ء کو خلافت کمیٹی، الہ آباد کے اجلاس کی رپورٹ میں مولوی شوکت علی مرحوم فرماتے ہیں:-

"الہ آباد میں ایک ایسا فیصلہ صادر کیا گیا ہے جو ایثار و رفاقت کی اسپرٹ کو ان شاء اللہ ترقی دیگا بلکہ ایک نئے مذہب کو جو ہندو مسلمانوں کا امتیاز موقوف کرتا ہے اور پریاگ یا سنگم کو ایک مقدس علامت بناتا ہے"۔

(اخبار ہمدم لکھنؤ ۸ر جون ۱۹۲۰ء بحوالہ تحریک آزادئ ہند اور السواد الاعظم، ص ۸۴)

روزنامہ نوائے وقت، لاہور اپنی ۲۸، مارچ ۱۹۷۹ء کی اشاعت میں رقمطراز ہے کہ:-

" اگر مُسلم قومیت کا تصوّر دھندلایا تو تحریکِ خلافت کے بعد، جس کی باگ ڈور کمال ہوشیاری و عیاری سے گاندھی نے اپنے ہاتھ میں لے لی۔ مسلمانوں کی منفرد قومی حیثیت بھی مخدوش بنی، مُسلم سیاست کی بے وقعتی اور بے وزنی کا یہ عالم تھا کہ کانگرس نے پھر مسلمانوں کے لیے جداگانہ انتخابات کو نہ مانا حالانکہ معاہدہ لکھنؤ کے ذریعے ۱۹۱۶ء میں اس نے انہیں تسلیم کر لیا تھا۔"

کی۔ چونکہ یہ حضرات ہر معاملہ کو شرعی اور اسلامی نکتۂ نظر سے دیکھتے تھے، اس لیے ان کی مخالفت کی وجوہ بھی خالصتاً اسلامی تھیں۔ یہ حسنِ اتفاق ہے کہ ان کی شرعی لحاظ سے مخالفت ــــــ مسلمانوں کے لیے سیاسی طور پر نہایت مفید تھی، ــــــ ان کی راہ نمائی و لائحہ عمل ہی اسلامیانِ ہند کے لیے سیاسی، معاشی اور مذہبی لحاظ سے واجب العمل تھا۔ خلافت کمیٹی اور جمعیت علماء ہند کے اس طرزِ عمل (جو وطنیت اور جمہوریت کے یورپی تصورات پر مشتمل تھا) کی مخالفت کرنے والے علماء اہلسنت، جن میں اکثر و بیشتر کا روحانی تعلق سرزمین بریلی سے تھا، ــــــــــــ اور مسلم لیگ کے چند حقیقت پسند اکابر مثلاً قائدِ اعظم محمد علی جناح اور علامہ اقبال وغیرہ کے اسمائے گرامی سرِ فہرست ہیں۔

ان علماء حضرات کا موقف یہ تھا کہ " اگرچہ سلطان ترکی بوجہ فقدانِ شرط قرشیت شرعی اصطلاحی خلیفہ نہیں تاہم سلطنت ترکی کی حفاظت و اعانت ہر مسلمان پر بقدرِ استطاعت فرض ہے۔ عالمِ اسلام اور عریض و وسیع سلطنت ترکی میں واقع مقاماتِ مقدسہ اور مآثرِ شریفہ کی حفاظت و صیانت ہر مسلمان کا اولین فریضہ ہے مگر استطاعت شرط ہے۔" [1]

موالات سے متعلق ان کا موقف یہ تھا کہ " وداد و اتحاد اور موالات ہر کافر و مشرک سے ناجائز و حرام ہے، خواہ وہ ہندو ہوں یا نصاریٰ۔ معاملت سوائے مرتد کے

---

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو :۔

(ا) دوام العیش فی الائمۃ من قریش از امام احمد رضا مطبوعہ بریلی ۱۹۲۲ء

(ب) طرق الہدیٰ والارشاد الیٰ احکام الامارۃ والجہاد از مولانا محمد مصطفےٰ رضا خان مطبوعہ بریلی ۱۹۲۲ء

(ج) برکات مارہرہ و مہانان بدایوں از سید اولاد رسول محمد میاں مطبوعہ بریلی ۱۹۲۲ء

ہر کافر سے جائز ہے۔" اس کے برعکس جمعیت علماء ہند کے اکابر اور خلافتی لیڈروں کے افراط و تفریط کی حد یہ تھی کہ انگریزوں سے تو معاملت تک حرام ہے ـــــ اور ہندوؤں سے موالات بھی جائز بلکہ فرض، ان کی اطاعت و انقیاد لازم۔ ہجرت کے بارے میں ان علماء اور اکابر کا نظریہ یہ تھا کہ "موجودہ حالات میں ہجرت کرنا مذہبی اور سیاسی ہر لحاظ سے نقصان دہ ہے"۔[۱]

سیاسی بے راہ روی اور عاقبت نااندیشی کے اس دور میں جذباتی فضا اپنے عروج پر تھی، دلائل و معقولیت کی بات ختم ہو رہی تھی جمعیت علماء ہند کے اکابر یہ بھول چکے تھے کہ سابقہ زندگی میں وہ مسلمانوں کو کیا سبق دیتے رہے تھے ـــــ اسلامی تشخص کے امتیاز و تحفظ کے بارے میں انہوں نے کیا کچھ کیا ہے؟ اس کی چند جھلکیاں آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

---

[۱] میاں عبدالرشید نے "برطانوی دور میں برعظیم پاک و بھارت کی مسلم سیاست" کے زیر عنوان تبصرہ کرتے ہوئے علمائے اہل سنت کی دور اندیشی کو خراج تحسین پیش کیا ہے، لکھتے ہیں :-

"ـــــ قائد اعظم کی طرح انہوں نے بھی ترکِ موالات اور تحریک ہجرت کی مخالفت کی۔ "یہ ملک ہمارے بزرگوں نے اپنا خون دے کر حاصل کیا تھا ہم کیوں یہاں سے ہجرت کریں۔" ان میں سے ایک نے کہا اور بعد میں حالات نے ثابت کیا کہ ان کا موقف درست تھا۔ تحریک ترک موالات اور ہجرت سے مسلمانوں کو سراسر نقصان پہنچا اور ملکی سیاست پر ہندوؤں کی گرفت مضبوط ہوئی ـــــ"

(روزنامہ نوائے وقت لاہور ۸ مئی ۱۹۷۵ء ص ۵)

روزنامہ زمیندار لاہور مجریہ ۲، مارچ ۱۹۴۷ء میں جناب رشید احمد کا ایک مضمون شائع ہوا، جس کا عنوان تھا :

"۱۹۴۷ء میں ۱۹۱۲ء کے ابوالکلام آزاد کی اخلاقی موت"

اس طویل مضمون میں "الہلال" اور "البلاغ" کے دور کے ابوالکلام آزاد کے نظریات کو سمجھنے کے لیے کافی حوالہ جات خود ان کی تحریروں سے پیش کیے، جن میں یہ امر نمایاں ہے کہ اسلام اور مسلمین کے بارے میں علماء اہل سُنّت آج فرماتے ہیں ـــــ دور "الہلال" میں وہی نظریات ابوالکلام کے تھے ـــــ اور آج تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات میں ان سابقہ (اسلامی) نظریات سے انحراف کر چکے ہیں بلکہ مسلمانوں سے کٹ کر کانگرس کے ہندوانہ پروگرام پر عمل پیرا ہیں اور کانگرس کے مہرے کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ حالانکہ کانگرس خالص ہندوؤں کے مفادات کی حفاظت کر رہی تھی۔

جناب رشید احمد نہایت دل سوزی سے لکھتے ہیں :-

"عالم دین ہوتے ہوئے آپ نے کانگرسی اُمراء و رؤسا سے مصاحب کا تعلق پیدا کر لیا ہے جو دنیوی عزّ و جاہ کے حصول کا ذریعہ اور وسیلہ ہے یہ سب سے بڑی دین و علم کی آزمائش تھی جو بوجہل زنجیر بن کر آپکے پاؤں میں پڑ گئی۔ اب زر پرستی اور حصول عز و جاہ کی ہوس میں گرفتار ہو کر دین و علم کو امراء و رؤسا کی ابلیسانہ خواہشوں کے تابع کر دیا ہے۔ آپ کا وعظ و ارشاد حق کے لیے نہیں بلکہ طلب دُنیا کے لیے ہو گیا ہے اور خود ان کے ہاتھوں میں کھلونا بن کر رہ گئے اور

---

[1] ابوالکلام آزاد نے کانگرس کا صدر بن کر قائد اعظم سے کانگرس کا شو بوائے "کا لقب پایا۔

جس چیز کو کانگرسی اُمراء و رُؤسا کی خوشنودی کا ذریعہ دیکھتے ہیں کہہ دیتے ہیں اور جو ان کی خواہشوں کے مخالف پاتے ہیں، ترک کر دیتے ہیں۔"[۲]

ابوالکلام آزاد نے گاندھی کے سحر سے مسحور ہونے سے قبل اسلام کی نوت سماکر اور زندگی کے ہمہ پہلوؤں پر محیط ــــــ اسلام کے بارے میں ۱۹۱۲ء میں لکھا:-

"اور ہمارا عقیدہ ہے کہ جو مسلمان اپنے کسی عمل و اعتقاد کے لیے بھی اس کتاب (قرآن مجید) کے سوا کسی دوسری جماعت یا تعلیم کو اپنا راہ نما بنائے وہ مسلم نہیں۔ بلکہ شرک فی صفات اللہ کی طرح شرک فی صفات القرآن کا مجرم اور اس لیے مشرک ہے، اسلام اس سے بہت ارفع و اعلا ہے کہ اس کے پیروؤں کو اپنے پولیٹیکل پالیسی قائم کرنے کے لیے ہندوؤں کی پیروی کرنی پڑے مسلمانوں کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی شرم انگیز سوال نہیں ہو سکتا کہ وہ دوسروں کی پولیٹیکل تعلیموں کے آگے جھک کر نیا راستہ پیدا کریں۔ ان کو کسی جماعت میں شامل ہونے کی ضرورت نہیں وہ خود دُنیا کو اپنی راہ پر چلانے والے ہیں اور صدیوں تک چلا چکے ہیں وہ خُدا کے سامنے کھڑے ہو جائیں تو ساری دُنیا اُن کے سامنے کھڑی ہو جائے۔"[۱]

---

[۲] روزنامہ زمیندار لاہور ۲۲ مارچ ۱۹۴۷ء بحوالہ اخبار دبدبۂ سکندری رامپور ۱۵ مارچ ۱۹۴۷ء ص ۴

[۱] الہلال ۱۹ دسمبر ۱۹۱۲ء بحوالہ تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء، ص ۲۱۱

نوٹ: ڈاکٹر عبدالسلام خورشید، ابوالکلام آزاد کے تعارف میں لکھتے ہیں:-

"ــــــ ان کی پرانی تحریریں ہمارے مزاج اور موقف سے مطابقت رکھتی تھیں ــــــ"

(دے صورتیں الٰہی مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء، ص ۲۵)

خط کشیدہ جملے دوبارہ پڑھیے اور انقلاباتِ زمانہ کا نظارہ کیجئے،
تحریک ترکِ موالات کے زمانے میں انہیں یہ بھول گیا تھا کہ خود انہوں نے
کبھی یہ بھی لکھا تھا:-

"ہمارے عقیدہ میں تو ہر وہ خیال جو قرآن کے سوا کسی اور تعلیم گاہ
سے حاصل کیا گیا ہو - ایک کفر صریح ہے اور پالیٹکس بھی اس میں داخل ہے
افسوس کہ آپ حضرات نے اسلام کو کبھی اس کی اصلی عظمت میں نہیں دیکھا۔
مَاقَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ ورنہ اپنی پولیٹیکل پالیسی کے لیے نہ تو گورنمنٹ
کے دروازے پر جھکنا پڑتا اور نہ ہندوؤں کی اقتداء کی ضرورت
پیش آتی۔" [1]

اسلام کو تمام سیاسی، معاشرتی اور معاشی مسائل کا حل بتلانے اور غیر
مسلموں بالخصوص ——— ہندوؤں کی اقتداء سے بھاگنے والے ابوالکلام آزاد
یہ بھی کہتے سُنے گئے کہ:-

"آج ہماری ساری کامیابیوں کا دارومدار تین چیزوں پر ہے
اتحاد۔ ڈسپلن اور مہاتما گاندھی کی رہنمائی پر اعتماد۔" [2]

یہ بھی کہا:

"مہاتما گاندھی کی رہنمائی پر اعتماد بھی ایک تنہا رہنمائی ہے
جس نے ہماری تحریک کا شاندار ماضی تعمیر کیا اور صرف اسی سے
ہم ایک فتح مند مستقبل کی توقع کر سکتے ہیں۔" [3]

---

[1] مضامین آزاد حصہ دوم، بحوالہ تحریک پاکستان اور نیشنلسٹ علماء، ص ۲۳۱

[2] خطبات انصاری ۱۹، مارچ ۱۹۴۰ء بحوالہ کانگریسی مسلمان اور حقائق قرآن، ص ۱۴

[3] ایضاً، ص ۲۰

۱۹۳۱ء میں جب مولانا آزاد کی تفسیر چھپ کر سامنے آئی تو اس وقت تک وہ پکے قوم پرست بن چکے تھے، انہوں نے یہ تفسیر بھی گاندھی کی پالیسیوں اور کانگرسی نظریات کو قرآن کے مطابق ثابت کرنے کے لیے لکھی۔ یہی وجہ ہے کہ متعصب ہندو (جسے قرآن کی تفسیر سے کوئی غرض نہیں ہو سکتی) گاندھی نے اس تفسیر کے بعض حصوں کا ہندی میں ترجمہ کروا کر شائع کیا۔

اس حقیقت کو خود گاندھی کی زبانی ملاحظہ فرمائیں، جامعہ ملیہ اسلامیہ میں ۱۹۳۱ء میں ایک تقریر کے دوران کہا:

"مجھے ایک عرصہ سے خیال تھا کہ اسلام ایسا تنگ نظر مذہب نہیں ہو سکتا کہ وہ نجات و سعادت کو اپنے پیروؤں تک ہی محدود رکھے

---

[1] مشہور مورخ ڈاکٹر عاشق حسین بٹالوی لکھتے ہیں:-

"بدرالدین طیب جی سے لے کر تصدق احمد خاں شروانی تک۔ ہندوستان کے بیسیوں مسلمان اکابر وقتاً فوقتاً کانگرس میں شریک رہ چکے تھے۔ جن میں محمد علی ایسے آتش نفس، انصاری ایسے ایثار پیشہ، جناح ایسے آئین پسند، حسن امام ایسے قانون دان اور حسرت موہانی ایسے رئیس المتغزلین سبھی قسم کے لوگ موجود تھے۔ لیکن مسلمانوں کے قومی مفاد کو جس بے حسی بلکہ سنگدلی سے قربان کرنے کا شرف حضرت "امام الہند" (ابوالکلام) کے حصے میں آیا تھا۔ وہ کسی اور کو نصیب نہ ہو سکا۔"

(اقبال کے آخری دو سال مطبوعہ اقبال اکادمی، پاکستان کراچی (اشاعت اول ۱۹۶۱ء ص ۴۶۷)

نوٹ: نامعلوم کن "مصالح" کی بنا پر مصنف نے جدید ایڈیشن سے مذکورہ حقائق حذف کر دیے ہیں۔
قادری

اور سچائیاں صرف اپنے اندر ھی بتلائے. لیکن مجھے اس بات کی سند کہیں سے نہ ملتی تھی۔ اب جو مولانا آزاد نے تفسیر شائع کی ہے تو مجھے اپنے اس خیال کی سند مل گئی ہے کہ اسلام تمام مذاہب میں یکساں سچائیوں کا مُدعی ہے. لہٰذا ہم نے اس تفسیر کے متعلقہ ٹکڑوں کا ہندی میں ترجمہ کر کے عام شائع کرایا ہے"۔ [1]

عُلماءِ اہلِ سُنت اور مُسلم لیگ کے تصوّرِ پاکستان کی مخالفت کے باوجود جناب ابو الاعلےٰ مودُودی بھی ——— ابو الکلام کے اس انقلاب حال کے بارے میں لکھتے ہیں :۔

"سب سے آخر میں مولانا ابو الکلام آزاد کی ایک تحریر ملاحظہ ہو جن کا انقلاب حال میرے نزدیک مسُلمانوں کے لیے اس صدی کی سب سے بڑی ٹریجڈی ہے" [2]

کانگرسی نظریات کو ——— اسلامی تعلیمات ثابت کرنے پر مودُودی صاحب آگے چل کر لکھتے ہیں :۔

"مسلمانوں کی یہ تصویر وہ شخص کھینچ رہا ہے جو ایک زمانہ میں سلامی

---

[1] مسلم انڈیا از کاش البرنی مطبوعہ سٹار لائٹ پبلشنگ کمپنی لاہور ۱۹۴۲ء ص ۱۳۵

نوٹ :۔ تمام مذاہب کو اسلام کے ہم پایہ ثابت کرنے کے لیے ابو الکلام نے لکھا :

"اس (اسلام) نے صاف صاف لفظوں میں اعلان کر دیا کہ اس کی دعوت کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں کہ تمام مذاہب اپنی مشترکہ اور متفقہ سچائی پر جمع ہو جائیں۔ وہ کہتا ہے تمام مذاہب سچے ہیں۔"

(ایضاً. ص ۱۳۰، ترجمان القرآن جلد اوّل، ص ۱۹۳، ۱۹۴)

[2] تحریک آزادی ہند اور مسلمان مطبوعہ لاہور ۱۹۷۰ء ص ۱۷۷

ہند کی نشأۃِ ثانیہ کا سب سے بڑا لیڈر تھا۔ ان کی مظلومی کا اس سے زیادہ دردناک منظر اور کیا ہو سکتا ہے کہ جو کبھی "الہلال" اور "البلاغ" کا ایڈیٹر تھا وہ آج ان کی اس قدر غلط ترجمانی کرے" [1]

مسلمانوں کا مذہبی و تہذیبی تشخص مسلّمہ تھا اور ہے، وہ کبھی ہندوؤں میں ضم نہ ہوا تھا ـــــ لیکن مولانا حسین احمد مدنی نے عالم ہونے کے باوجود ـــــ مسلم قومیت کی حمایت و تحفظ کی کوششوں کو غیر فطری اور انگریزوں کی چال اور سازش قرار دیا، جمعیت علماء ہند، لکھنؤ کے اجلاس منعقدہ ۱۹۴۷ء میں جو کچھ کہا گیا، اس پر قوم پرست نظریات کا پرچار کرنے والا رسالہ "مولوی"، دہلی رقم طراز ہے :-

"علمائے کانگریس کی جمعیت کا "تاریخی اجلاس" ابھی لکھنؤ میں ہوا. جو تقریریں ہوئیں جو تجویزیں پاس ہوئیں ان میں تعجب اور حیرت سے زیادہ عبرت کا سامان نظر آیا. جناب حسین احمد صاحب نے اپنے خطبہ صدارت میں چند ایسی باتیں کہیں جن پر تاریخ کا معمولی طالب علم بھی ہنس پڑے گا. جناب مدنی صاحب کے معتقد انہیں چلتا پھرتا انسائیکلو پیڈیا کہتے ہیں لیکن انہوں نے ہندو مسلم مناقشہ کو تیسری طاقت کا پیدا کیا ہوا اور غیر فطرتی بتلایا ہے. انہوں نے یہ بھی کہا کہ انگریزوں کے آنے سے پہلے ہندو اور مسلمان باہمی اتحاد کے ساتھ بھائیوں کی طرح رہتے تھے جو کچھ جھگڑے اٹھائے ہیں وہ انگریزوں نے اٹھائے ہیں. یہ بیان سراسر تاریخ کے خلاف ہے." [2]

---

[1] ایضاً، ص ۶۹

[2] رسالہ مولوی دہلی شمارہ رجب ۱۳۶۶ھ/جون ۱۹۴۷ء، ص ۲۱

غرض، تاریخ کا یہ باب اتنا دردناک ہے کہ اسے جتنا کریدا جائے گا اتنا ہی گھناؤنا نظر آئے گا۔

بریلی، بدایوں، فرنگی محل، مرادآباد اور خیرآباد وغیرہ علمی و رُوحانی مراکز برِصغیر میں ہمیشہ نمایاں حیثیت کے حامل رہے۔ علم و فضل کے یہ سرچشمے اکثر و بیشتر اسلامی، ملی اور سیاسی تحریکات کا منبع رہے۔ یہاں سے اُٹھنے والی آواز ہمیشہ بااثر ہوتی اور وہ پُورے برِصغیر پر پھیل جاتی۔

اس حقیقت کو جناب ڈاکٹر عاشق حُسین بٹالوی کی زبانی سُنیے:-

"متعدد وجوہ سے یو۔پی کو ہندوستان کے تمام صُوبوں میں قلب کی حیثیت حاصل رہی ہے۔ اوّل اس لیے کہ یہ علاقہ تین سو سال تک مغل حکومت کے جاہ و جلال کا مرکز رہ چکا ہے اور اُس کے آثار یہاں کے چپّے چپّے پر موجود ہیں۔ دوم اس لیے کہ ہندوؤں اور مُسلمانوں کے ملاپ سے ہندوستان کی صحیح تہذیب اور ہندوستان کے صحیح ادب نے اسی خطّے میں فروغ پایا تھا۔ سوم اس لیے کہ یو۔پی کے مُسلمان اقلیت میں ہونے کے باوجود تہذیب و تمدن، علم و ادب اور قومی و ملی روایات میں ہندوستان کے تمام مُسلمانوں کی راہنمائی کرتے رہے تھے۔ چہارم اس لیے کہ یہ صوبہ نہرو خاندان کا وطن ہونے کی وجہ سے کانگرسی سرگرمیوں کا سب سے بڑا مرکز سمجھا جاتا تھا۔ انہی وجوہ سے سارے ہندوستان کی نظریں یو۔ پی کی طرف لگی ہوئی تھیں کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان جو معاملہ وہاں طے ہو گا اُسی کا عکس پُورے برِعظیم پر پڑے گا۔"[1]

---

[1] اقبال کے آخری دو سال، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۱ء، ص ۴۴۴

علم وادب کے گہوارہ یوپی میں بریلی کو بعض دیگر وجوہ کی بنا پر ممتاز حیثیت حاصل رہی ہے، بالخصوص بیسویں صدی کے ابتدائی ربع میں اس مرکزِ علم و عرفان نے مسلمانوں کی اس طرح راہنمائی فرمائی جس کی مثال مشکل سے ملے گی۔
تحریک خلافت، تحریک ترک موالات اور تحریک ہجرت کے ہیجانی ایام میں، جب کہ اکثر و بیشتر عُلماء بھی جذبات کی رو میں بہہ کر دانستہ یا نادانستہ طور پر کانگرس کے زیر اثر آچکے تھے، سرزمین بریلی اسلامیان ہند کے لیے روشنی کا مینار ثابت ہوئی۔

اس پس منظر میں جمعیت علماء ہند نے اپنا ایک اجلاس ابوالکلام آزاد کی زیرِصدارت وسط رجب ۱۳۳۹ھ / مارچ ۱۹۲۱ء میں بریلی کے مقام پر منعقد کرنے کا فیصلہ کیا، اس کے لیے غیر معمولی پروپیگنڈا کیا، اشتعال انگیز مضامین پر مشتمل پوسٹر شائع کئے اور بزعم خویش یہ فیصلہ کیا کہ اسلامی ملی امتیاز اور دو قومی نظریہ کے تحفظ و حمایت میں اُٹھنے والی آواز کو اس کے مرکز ہی میں جا کر دبا دیا جائے۔
مگر باطل اپنی کر و فر کے باوجود ہمیشہ شکست کھاجاتا ہے، یہی حال اس غیر معمولی اجلاس کا ہوا۔ دو قومی نظریہ کے تحفظ و حمایت کرنے والے عُلماء اہل سُنّت کو فتح مبین نصیب ہوئی اور "متحدہ قومیت" کی کوششوں میں مصروف لیڈروں نے نہ صرف شکست فاش کھائی بلکہ برسرِعام اہل سُنّت کے اکابر کے موقف کو تسلیم بھی کیا۔ بدقسمتی سے متحدہ قومیت کی کوشش کرنے والے حضرات پھر بھی اپنی ناپاک کوششوں سے باز نہ آئے۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے، اس سے انکار ممکن نہیں۔

کچھ لوگ آج بھی اپنی کوششوں کا محور متحدہ قومیت کی تشکیل کو بنائے ہوئے ہیں اور متحدہ قومیت کے مبلغین اور داعین کی سابقہ کوششوں کو تحریک پاکستان کا حصہ بنا کر پیش کر رہے ہیں[1]۔ اس طرح در پردہ وہ نظریۂ پاکستان کی بنیاد کو منہدم کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں، ان سے باخبر رہنا اور رکھنا، اور ان کی ناپاک کوششوں سے انہیں باز رکھنا ہر سچے مسلمان اور سچے پاکستانی کا فرض ہے۔ جس طرح پاکستان کی جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت ضروری ہے، اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ ضروری امر یہ ہے کہ اس نظریہ کی حفاظت کی جائے جس کی بنا پر خداداد ملک معرضِ وجود میں آیا ـــــ لیکن ہمارے مسلسل تغافل نے ہمیں بے شمار موقعوں پر زبردست زک پہنچائی، سقوط ڈھاکہ جیسا المناک حادثہ بھی اسی تغافل کا نتیجہ تھا۔ آج بھی بقیہ پاکستان کو متحد رکھنے اور اس کے سیاسی استحکام کے لیے ضروری ہے کہ نظریۂ پاکستان کو نئی نسل تک صحیح صورتحال میں پیش کیا جائے۔ ماضی میں ہونے والی دو قومی نظریہ سے متعلق جملہ کوششوں

---

[1] ممتاز صحافی جناب زیڈ اے سلہری ایسی ہی کوششوں کی جانب اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"یہ ہماری انتہائی بدنصیبی ہے کہ کچھ عرصہ سے قومی تاریخ کے مسخ ہونے کے مسلسل اسباب پیدا ہوتے جا رہے ہیں جن کا فوری سدباب نہ کیا گیا تو وہ مسلم قومیت جو انگریزوں اور ہندوؤں کے حملے سے بچ گئی، یہاں جانبر نہ ہو سکے ـــــ"۔

(روزنامہ نوائے وقت لاہور ۲۹ مارچ ۱۹۷۶ء، ص ۳ بعنوان: "کیا ہم تاریخ کو صحیح رنگ میں پیش کر رہے ہیں؟")

کو صحیح پس منظر میں سمجھا اور سمجھایا جائے۔

وقت کے اس شدید تقاضے کے پیش نظر دو قومی نظریہ کے تحفظ اور تحریک پاکستان کی حمایت میں ہونے والے اس اہم اجلاس کی کارروائی کو پیش کیا جانا ضروری ہے۔ یہ اہم اجلاس اُس وقت "مناظرہ بریلی" کے نام سے موسوم ہوا۔ مناظرہ بریلی نہ صرف مذہبی تاریخ کا ایک واقعہ ہے بلکہ اسلامی ملی تشخص کے امتیاز اور تحفظ، اور دو قومی نظریہ کی نظریاتی جنگ کا ایک اہم باب ہے۔

عُلمائے اہلِ سُنّت

بنام

ابوالکلام

تحریک خلافت اور ترک موالات کے زمانہ میں غیر محتاط خلافتی لیڈروں کی غیر اسلامی حرکات حد سے بڑھ گئیں، طوفان و ہیجان کے اس دور میں "ہندو مسلم اتحاد" اور "متحدہ قومیت" کے نعرے بلند ہوئے، اسلامی شعار کی پامالی روزمرہ کا معمول بن گیا، قرآن وسنت کے احکام کو پس پشت ڈال کر "گاندھی کے احکام"، "واجب الاحترام" ٹھہر لئے گئے۔ الہلال اور البلاغ کی ادارت کے زمانہ کا ابوالکلام آزاد اب گاندھی کی منشا ورضا کے مطابق قرآن وحدیث کی تفسیر کر رہا تھا، دور الہلال کے خیالات ونظریات کو یکسر فراموش کر کے "ساحر وار دہا" کے طلسم وافسوں کا شکار ہو کر ہندوستان کے دوسرے مسلم اکابر اور قائدین کو متاثر اور گاندھی کی تحریک کی تائید وحمایت کے لیے آمادہ وتیار کر رہا تھا۔

ع آب کوثر سے جو پھسلا لبِ گنگا پہنچا

تحریک خلافت اور ترک موالات کے حامی اکثر اکابر نے گاندھی کے نظریات کو اپنایا بلکہ اپنے مذہب کا حصہ بنایا۔ قرآن وحدیث کے احکام کو اس کے نظریات کا مؤید ثابت کرنے کے لیے کانگرسی علماء نے اپنے علم وفضل کا سہارا لیا۔ فصاحت وبلاغت کی تمام قوتیں، زبان وبیان کے تمام انداز اور اثر ورسوخ کے تمام حربے استعمال کئے۔ قرآنی آیات کی یوں تفسیر کی کہ نعوذ باللہ قرآن اور گیتا دونوں ہم پلہ بنا دیئے۔ اس صورت حال نے علماء ومشائخ اہل سنت کو تڑپا دیا۔ علامہ اقبال نے اسی پس منظر میں کتنے درد سے فرمایا ؎

احکام تیرے حق ہیں، مگر اپنے مفسر
تاویل سے قرآں کو بنا دیتے ہیں پاژند

ابوالکلام[1] آزاد ادیب و صحافی ہونے کے ساتھ مفسر قرآن بھی تھے لیکن کانگریس پر ایسے عاشق ہوئے کہ ان کی تفسیر بھی "گاندھی کی پالیسی کا عربی میں ترجمہ" ہو کر رہ گئی، بقول اکبر مرحوم ؎

یہ کانگریسی ملّا ہیں تم کو بتاؤں کیا ہیں
گاندھی کی پالیسی کے عربی میں ترجمے ہیں

علمائے اہل سنّت نے ہر موقع پر اسلامیان ہند کی راہنمائی کا حق ادا کیا ہے۔ گاندھی کی "قیادت و امامت[2]" پر ایمان لانے والوں کو ہر طرح سے سمجھایا، خدا کا خوف دلایا، اسلامی غیرت کا واسطہ دیا، تحریر و تقریر سے افہام و تفہیم کے تمام

---

[1] ابو الکلام کے والد مولانا خیر الدین راسخ الاعتقاد سنّی عالم تھے، فاضل بریلوی امام احمد رضا قدس سرہ کے ساتھ ان کے گہرے تعلقات تھے۔ اپنے والد کے برعکس ابو الکلام پس رو گاندھی بن کر اپنے والد کے عقائد کو بھی غلط قرار دے چکے تھے۔ ابوالکلام آزاد کے خصوصی معتمد اور رفیق کار جناب ملیح آبادی، ابوالکلام کے تعارف میں لکھتے ہیں:

— وہ ابوالکلام آزاد جو اپنے والد کے مسلک کو بھی برملا غلط قرار دے چکے تھے۔"

ہفت روزہ چٹان لاہور ۶ مارچ ۱۹۶۱ء، ص ۱۵

[2] ایک کانگرسی عالم نے ایمان کی جزئیات پر اضافہ کرتے ہوئے فرمایا،

"گاندھی کی امامت پر ایمان کامیابی کی شرائط میں سے ایک شرط ہے۔"

— کانگریس اور مسلم لیگ۔ ص ۲

طریقے استعمال کئے مگر سحر گاندھی سے فسوں زدہ لیڈر حضرات اپنی ہٹ پر قائم رہے۔
افہام و تفہیم، تحقیق حق اور رفع شکوک و شبہات کی بے شمار کوششیں ہوئیں۔
اسی نوعیت کا ایک واقعہ وسط رجب المرجب ۱۳۳۹ھ / مارچ ۱۹۲۱ء کو پیش آیا۔
جمعیت العلماء ہند کا سالانہ اجلاس ابوالکلام آزاد کی صدارت میں بریلی میں منعقد
ہونا قرار پایا۔ جمعیت العلماء ہند کی طرف سے متعدد اشتہار شائع کئے گئے جن میں
واضح طور پر کہا گیا کہ ہم مخالفین پر اتمام حجت کرنا چاہتے ہیں۔ ایک اشتہار جس کا عنوان

"زندگی مستعار کی چند ساعتیں"

تھا، اس میں اور باتوں کے علاوہ ایک شق یہ بھی تھی :

"مخالفین ترکِ موالات اور موالات نصاریٰ کے عملی حامیوں پر اتمام
حجت کیا جائے گا۔" [۲]

---

[۱] مخالفین سے مراد وہ علماء و اکابر ہیں جنہوں نے اس ہیجانی اور طوفانی دور میں بھی قرآن و حدیث کے
احکام کے مطابق سلطنت اسلامیہ عثمانیہ کی بحالی میں کوشش کی مگر اسلامی ملی تشخص کو محفوظ رکھا، وہ نہ
تو ہندو قومیت کا جزو بنے اور نہ انگریزوں کے وفادار۔ اسلامی تشخص کا تحفظ کرنے والے یہ علماء
سیاسی بصیرت سے بھی بہرہ ور تھے، بعد کے حالات نے ان کے موقف کی تصدیق کر دی۔ کانگریس
اور اس کے پروگرام کے مطابق کام کرنے والی دیگر جماعتوں مثلاً جمعیت العلماء ہند، احرار، جمعیت
اہل حدیث اور مومن کانفرنس وغیرہ نے ان کی سخت مخالفت کی۔ انہیں انگریز کا پٹھو، مسلمانوں سے
غداری کرنے والا، منکر، منافق اور تحریک آزادی ہند کی راہ میں سنگ گراں وغیرہ کے طعنے سننے پڑے
مگر یہ لوگ اپنے موقف سے ذرا برابر نہ ہٹے۔ روشنی کے ان مناروں میں امام احمد رضا فاضل بریلوی،
آپ کے صاحبزادگان، خلفاء، تلامذہ، علماء و مشائخ مثلاً سید پیر مہر علی شاہ، پیر جماعت علی شاہ
مفتی محمد مظہر اللہ دہلوی ــــ اور دیگر اکابر مثلاً قائد اعظم اور علامہ اقبال کے اسماء سر فہرست ہیں۔
[۲] دوامغ الحمیر مطبوعہ بریلی ۱۳۴۰ھ، ص ۴۷

دوسرا اشتہار، جس کا عنوان

" آفتاب صداقت کا طلوع "

تھا۔ اس میں لکھا گیا:

" منکرین ومنافقین پر اتمام حجت، مسائل حاضرہ کا انقطاعی فیصلۂ خدائی فرمان پہنچانے کے لیے بریلی میں جمعیت العلماء (ہند) کا اجلاس ہونے والا ہے۔ سچائی ظاہر ہو گئی اور جھوٹ بھاگ نکلا۔ خداوند جبار وقہار کا یہ فرمان پورا ہو کر رہے گا۔" [1]

یہ اشتہارات رمز وکنایہ سے گزر کر صریح مناظرے کی دعوت دے رہے تھے، اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ جمعیت علماء ہند کے اکابر اہل سُنّت وجماعت کے علماء کا موقف سمجھنے اور حق وباطل میں تمیز کرنے پر آمادہ نہیں بلکہ ان کا مقصد صرف مجادلہ ومکابرہ ہے۔ علماء اہل سُنّت نے اس نازک موقع کو بھی غنیمت سمجھا اور افہام وتفہیم

---

[1] ایضاً، ص ۴۷

نوٹ: متحدہ قومیت کے مضرات سے آگاہ کرنے، اور اسلامی ملی تشخص کے امتیار اور تحفظ کے سلسلہ میں سُنّی علماء کی کوششیں تاریخ کا ایک قابل قدر باب ہے۔ ان حضرات کی دینی وسیاسی بصیرت کی ایک جھلک دوامع الحمیر میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

۲۱ - ۱۹۴۰ء میں کانگرسی علماء کے اقوال شنیعہ اور افعال سیئہ بیان کو تنبیہ کرنے، اور راہ راست پر لانے کے لیے علماء اہل سُنّت کی مراسلت اور اعلان عام کے تمام اشتہارات کو اراکین جماعت رضائے مصطفےٰ بریلی نے جمع فرما کر تاریخ کے اس باب کو محفوظ کر لیا۔ دو قومی نظریہ پر کام کرنے والے مؤرخین کے لیے مذکورہ کتاب ایک اہم تاریخی دستاویز ہے جو ہمیں تاریخ پاکستان کے ایک گمنام کارکن الحاج میاں غلام مرتضیٰ (رحمہ اللہ، گجرات) نے استفادہ کے لیے دی جس کے لیے ہم ان کے شکر گزار ہیں۔ قادری

کی فضا پیدا کر کے اختلافات کو دور کرنے کی کوشش تیز کر دی تاکہ عوام الناس کے لیے ایک متفقہ فیصلہ صادر کیا جا سکے، مسائل حاضرہ میں ان کے لیے عمل کی راہ متعین کی جائے، معاملات کو صاف کر لیا جائے اور مسلمانوں کو ان غلطیوں سے بچایا جائے جو غلط طرز فکر کا نتیجہ تھیں۔ "تعمیرِ فکر" کی کوششوں سے "تطہیرِ فکر" کی کوششیں بہرحال مقدم ہیں ؎

پس نخستیں بایدش تطہیرِ فکر
بعد ازاں آساں شود تعمیرِ فکر
(اقبال)

۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء کے جمعیت العلماء ہند کے سالانہ اجلاس کے لیے بریلی کا انتخاب، اکابر جمعیت نے نہایت گہری سازش کے تحت کیا مگر معاملہ اُلٹ پڑا، فیصلہ ربانی عسیٰ ان تحبوا شیأ فھو شر لکم۔ اجلاس کے لیے بریلی کا انتخاب ان کی سیاسی موت واقع ہوا، جمعیت العلماء ہند کا اب اپنا کوئی مستقل پروگرام نہ تھا بلکہ گاندھی کے "احکام" کو قرآنی سند کے حوالے اسلامیان ہند تک پہنچانا اور ان سے کانگریس کی تائید حاصل کرنا جمعیت العلماء ہند کے اغراض و مقاصد رہ گئے تھے۔

تحریکِ خلافت کے اکابر اپنے مطالبات کے حق میں اس قدر جوش میں تھے کہ انہیں اس وقت احساس تک نہ ہوا کہ ہم نے اپنی قیادت ایک غیر مسلم گاندھی کے ہاتھوں میں دے کر کس قدر سیاسی غلطی کی ہے۔ جمعیت علماء ہند کے اکابر اور خلافتی ارکان اس وقت "متحدہ قومیت" کے علمبردار بن چکے تھے۔ اس کے برعکس فاضل بریلوی اور ان کے زیر اثر علماء نے ان تحریکوں کو مسلمانوں کے حق میں نقصان دہ قرار دیا جمعیت علماء ہند کے اراکین نے یہ طے کر لیا تھا کہ دو قومی نظریہ کے حامی علماء کے مرکز یعنی شہر بریلی میں جا کر ایک جلسہ عام میں ان کا ناطقہ بند کر دیں اور مناظرہ کر کے ان کو

لاجواب کر دیا جائے، مگر مولا کریم کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ جمعیت کے اکابر نے اپنے جلسۂ عام میں دو قومی نظریہ کے حامی عُلماء کے موقف کو تسلیم کر لیا، اور ہندوؤں پر ادغام اور اتحاد کو نقصان دہ ٹھہرایا مگر گاندھی کی محبت نے ان کو اس پر عمل پیرا ہونے نہ دیا۔ بریلی کے انتخاب نے یہ ثابت کر دیا جیسے متحدہ قومیت کے علمبرداروں نے بھی بالواسطہ تسلیم کر لیا کہ دو قومی نظریہ کے پیش کرنے والے اکابر کا رُوحانی مرکز بریلی ہے۔[1]

---

۱۰ رجب المرجب ۱۳۳۹ھ / ۲۱ مارچ ۱۹۲۱ء بروز دوشنبہ کو مولانا عبدالماجد بدایونی[2]، ناظم جمعیت العلماء بریلی تشریف لائے۔ جمعیت العلماء ہند کے راہنماؤں اور خلافتی اکابر کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ بھی چند روز میں بریلی آنے والے ہیں۔

---

[1] دو قومی نظریہ کے اوّلین داعی حضرات میں مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی (خلیفہ فاضل بریلوی)، مولانا حسرت موہانی، مولانا عبدالقدیر بدایونی اور مولانا مرتضیٰ احمد خاں میکش وغیرہ کے اسماء گرامی قابل ذکر ہیں، ان سب کا تعلق اہل سنت سے تھا۔

مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:۔

(۱) فاضل بریلوی اور ترک موالات از پروفیسر محمد مسعود احمد

(ب) تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم 〃 〃 〃 〃

(ج) وہ صورتیں الٰہی از ڈاکٹر عبدالسلام خورشید

(د) علماء ان پالیٹکس (انگریزی) 〃 ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی

(ہ) خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس 〃 محمد جلال الدین قادری

[2] عثمانی خاندان کے چشم و چراغ مولانا عبدالماجد بدایوں میں ۴ رشعبان المکرم ۱۳۰۴ھ / ۲۸ اپریل

علماءِ اہلِ سنت اگر چاہتے تو اپنے سوالات، اور جمعیت اور خلافت کمیٹی کی غیر اسلامی حرکات پر اعتراضات کو ملتوی رکھتے، جب وہ آئیں تو اچانک ان پر سوالات کر کے ان کا قافیہ تنگ کر دیں مگر اکابر اہلِ سنّت کو تو صرف تحقیقِ حق منظور تھی۔ اس لیے اراکین جمعیت علماءِ ہند کی بریلی میں آمد سے قبل ہی مولانا محمد امجد علی اعظمی، صدر شعبہ مقاصدِ علمیہ، جماعت رضائے مصطفےٰ (علیہ افضل الصلوٰۃ والثنا) بریلی نے افہام و تفہیم کی راہ ہموار کرنے کے لیے اسی روز (۱۰ ررجب ۱۳۳۹ھ) کو ستّر سوالات پر مشتمل ایک اشتہار بعنوان "اتمام حجت تامہ" ترتیب دے کر

۱۸۸۷ء کو پیدا ہوئے۔ مولانا شاہ محب رسول عبدالقادر بدایونی، مولانا شاہ عبدالمجید قادری، مولانا مفتی محمد ابراہیم بدایونی اور مولانا شاہ محب احمد بدایونی کے زیر سایہ تعلیم و تربیت پائی۔ طب حکیم غلام رضا خاں اور حکیم اجمل خاں دہلوی سے پڑھی۔ قیام دہلی کے دوران عیسائیوں، آریوں، غیر مقلدوں اور قادیانیوں سے آپ نے مناظرے کئے۔ "حفظ الایمان" کی ایمان سوز عبارت پر مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی کی مساعی سے ہونے والے تصفیہ کے مباحثہ میں آپ کی تقریر کا امتیازی رنگ تھا۔ فتنۂ ارتداد کے انسداد میں دیگر علماء کے ہمراہ کام کیا۔ مولانا عبدالباری فرنگی محلی کی مجلس خدام کعبہ میں شرکت کی۔ تحریک خلافت میں شامل ہو کر ملکی معاملات میں حصہ لیا، جمعیت العلماء ہند اور کانگریس کے لیے بہت کام کیا مگر ہندوؤں کے عناد سے باخبر ہو کر ان سے علیحدگی اختیار کر کے "جمعیت علماء کانپور" کی بنیاد رکھی۔ ۳ر شعبان ۱۳۵۰ھ/ ۱۴ دسمبر ۱۹۳۱ء کو عمر بھر کی بے قراری سے قرار پایا۔ آپ کا مزار درگاہ قادری بدایوں میں مرجع خلائق ہے۔ جمیل احمد سوختہ نے قطعہ تاریخ کہا۔

ھ "گل ہوا ہائے چراغِ دین" آج

(تذکرہ علمائے اہلسنّت از شاہ محمود احمد قادری، مطبوعہ کانپور (انڈیا) ۱۳۹۱ھ)

شائع فرمایا۔ اور ایک وفد کے ذریعے جمعیت علمائے ہند کے جلسہ سے تین روز قبل ہی جمعیت کے ناظم کے پاس پہنچایا۔ تاکہ سوالات کو سمجھ کر جوابات تیار رکھیں۔

وفد میں درج ذیل حضرات شامل تھے:

۱۔ مولانا حسنین رضا خاں قادری، ناظم شعبہ مقاصد علمیہ جماعت رضائے مصطفےٰ[1] بریلی، رئیس وفد۔

۲۔ مولانا محمد ہدایت اللہ خاں رضوی، صدر شعبہ مقاصد انتظامیہ جماعت رضائے مصطفےٰ

۳۔ جناب سید ضمیر الحسن جیلانی قادری، ناظم شعبہ مقاصد انتظامیہ جماعت رضائے مصطفےٰ۔

۴۔ ماسٹر عظیم الدین رضوی، بی اے، رکن جماعت رضائے مصطفےٰ

---

[1] جماعت رضائے مصطفےٰ، بریلی ، ۷ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ، ۱۷ دسمبر ۱۹۲۰ء کو قائم ہوئی، اس کے اغراض و مقاصد حسب ذیل تھے:۔

(۱) پیارے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و عظمت کا تحفظ۔

(ب) متحدہ قومیت کا نعرہ بلند کرنے والے فرقہ گاندھویہ کا تحریری و تقریری رد کرنا۔

(ج) آریہ اور عیسائیوں کے اعتراضات کے تحریری اور تقریری جوابات دینا۔

(د) بدمذہبوں کی چیرہ دستیوں سے مسلمانوں کو آگاہ رکھنا۔

(ہ) فاضل بریلوی امام احمد رضا قدس سرہ، اور دیگر علماء اہلسنت کی تصنیفات کی اشاعت، تقسیم کار کے لحاظ سے جماعت مختلف شعبوں میں منقسم تھی۔ فتنہ ارتداد کے انسداد، غیر اسلامی نظریہ "متحدہ قومیت" کے ہیجانی دور میں اسلامی تشخص کے امتیاز و تحفظ اور عوام اہلسنت میں راسخ الاعتقادی پیدا کرنے میں جماعت رضائے مصطفےٰ نے مثالی اور مؤثر کام کیا۔

۵۔ جناب محمد محمود علی خاں رضوی، رئیس شہر کہنہ

۶۔ جناب سیٹھ محمد طاہر حاجی جمال صاحب قادری، رئیس گونڈل کاٹھیاوار

۷۔ جناب سیّد سلطان احمد صاحب [1]

مولانا محمد امجد علی رضوی اعظمی کا مرتب کردہ اشتہار جو ستّر سوالات پر مشتمل تھا، آئندہ صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔ اس اشتہار کو جماعت رضائے مصطفےٰ نے شائع کیا تھا۔ [2]

---

[1] ۔ دوانع الحمیر، ص ۴۷۔ ۴۸

[2] روداد مناظرہ مطبوعہ نادری پریس، بریلی بار دوم، ص ۱۴

اتمام حجت تامّہ

جناب مولوی عبد الباری فرنگی محلی و عبد الماجد صاحب بدایونی و مسٹر ابو الکلام صاحب آزاد

الحمد لربنا وکفی وسلم علی عبادہ الذین اصطفی والسلام علی من اتبع الھدےٰ،
حفاظت اماکن مقدسہ وحمایت سلطنت اسلامیہ کا نام بہت دلکش ہے کس مسلمان کو بقدر قدرت اس کی فرضیت سے خلاف ہو سکتا ہے مگر شرع مطہر نام نہیں دیکھتی کام دیکھتی ہے۔ ہم غربا غریب اسلام قدیم کے فدائیوں کو ان کارروائیوں پر جو یہ اچھا نام دکھا کر کی جا رہی ہیں، شبہات ہیں، اگر وہ دفع ہو جائیں اور ثابت ہو کہ کارروائیاں قرآن عظیم وحدیث کریم واسلام قدیم وفقہ قویم کے موافق ہیں تو ہم کیوں ثواب سے محروم رہیں ورنہ آپ حضرات کیوں عذاب مول لیں اور عوام مسلمین کو اس میں مبتلا کریں۔

ادھر سے سوالات متعدد تحریروں میں بار بار معروض ہو چکے اور اب تک جواب نہ ملے بلکہ سوال علی السوال کے نقاب کھلے۔ نیرنگ ہنگامہ آرائی بتقلید طرز نصرانی جس کا پیر نیچر یہاں موجد اور ندوہ لپس رو ومقلد گمان دلاتا تھا کہ تحقیق حق سے کنارہ کشی وخاموشی میں بھی انہیں کی تقلید ہوگی مگر کمیٹی کے تازہ دو اشتہاروں نے بتایا کہ طالبان تحقیق کو موقع دیا جائے گا۔

لہذا ابتداءً یہ بعض سوالات بطلب کشف حالات معروض خدمات، اگر کشف میں ابہام رہا، اصلاح دین وتفہیم مسلمین کے لیے پھر تکلیف فرمائی ہوگی یہاں تک کہ حق کا ...

سیح سیح اسلامی گزارش ہے کہ مقصود ہار جیت نہیں بلکہ صرف اس قدر کہ جس فریق کا قدم حق سے جُدا ہے، ہدایت پائے ورنہ کم از کم عام مسلمین تو دیکھ لیں کہ حق کس طرف تھا اور کس نے اس کے قبول سے اعراض کیا۔ جواب نمبر وار عطا ہوں، جس تشقیق سے شق اول مختار ہو، جواب میں صرف اس کا قبول بس ہے ورنہ دلیل بھی لازم۔ وحسبنا ربنا ونعم الوکیل۔

۱۔ یہ کارروائیاں جو آپ حضرات کر رہے ہیں، دینی ہیں یا محض دنیوی
۲۔ مسلمانوں کی سیاست دین ہے یا جُدا۔
۳۔ مشرکین ہند حربی ہیں یا ذمی۔
۴۔ سب مشرکین و کفار بلا استثنا دشمنانِ خُدا و رسول ہیں یا نہیں۔
۵۔ برّ و موالات میں فرق ہے یا نہیں، ہے تو کیا۔
۶۔ ائمہ حنفیہ کے نزدیک آیہ لاینھٰکم ذمیوں کے لیے اور آیہ انما ینھٰکم سب حربیوں کے لیے ہے یا نہیں۔
۷۔ اس میں ائمہ حنفیہ حق پر ہیں یا باطل پر۔
۸۔ اس میں جمہور مفسرین کا مسلک مؤید حنفیہ ہے یا نہیں۔
۹۔ جو اکثر اہلِ تاویل کے خلاف آیہ لاینھٰکم کو ہر حربی غیر محارب بالفعل کے لیے عام مانتے تھے وہ اس کے نسخ کے قائل ہوئے یا نہیں۔
۱۰۔ امام عطا ابن ابی رباح اُستاذ امام اعظم ابوحنیفہ و عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم مولائے عمر فاروق اعظم و قتادہ تلمیذ حضرت انس و مقاتل وغیرہم نے اس کو منسُوخ بتایا یا نہیں۔
۱۱۔ جلالین میں اسی پر اقتصار فرما کر حسب التزام مصرح خطبہ اُس کے منسُوخ ہونے ہی کو راجح تر کہا یا نہیں۔

۱۲۔ اتحاد مع خلوص و اخلاص موالات ہے یا نہیں۔

۱۳۔ بلکہ اتحاد نفس موالات سے بھی زائد ہے یا نہیں، دوستی سو سے ہوتی ہے مگر اتحاد کہ یکجان و دو قالب ہوجائیں، وہی ایک سے یا خلوص و اخلاص کا اتحاد بے دوستی بھی ہوتا ہے۔

۱۴۔ قرآن عظیم نے مطلقاً سب کفار سے موالات کفر و حرام بتائی ہے یا اس میں مشرکین ہند کا استثنا ہے۔

۱۵۔ مشرکین و کفار سے ظاہری و صوری موالات بھی قرآن عظیم نے حرام و گمراہی بتائی یا صرف دلی حقیقی۔

۱۶۔ اصحاب بدر علیہم الرضوان سے کفار کی دلی موالات نامتصور ہے یا نہیں۔

۱۷۔ یہ حکم ابتدائے اسلام میں تھا کہ انہیں کفار و مشرکین سے قتال کرو جو تم سے لڑیں، اخیر حکم متقر مستمر سب حربیوں کو عام ہوگیا کہ ان سے لڑو، ان پر سختی کرو اگرچہ وہ ہم سے کبھی نہ لڑے ہوں یا وہی تخصیص اب بھی باقی ہے۔

۱۸۔ قتل و غلظت بر و سلوک نیک کی ضد ہیں یا کیا۔

۱۹۔ قرآن عظیم نے عموماً تمام کفار و مشرکین کو ہمارا قطعی دشمن و بدخواہ بتایا ہے یا اس میں مشرکین ہند کا استثنا ہے۔

۲۰۔ ان میں کسی کو راز دار بنانے سے عموماً منع فرمایا ہے یا مشرکین ہند کو الگ کرلیا ہے۔

۲۱۔ معدودے چند مشرکوں سے استعانت کا جواز صرف بشرط حاجت اس حالت میں ہے کہ وہ ذلیل مقہور دبے لچے ہوں، کتابوں نے اس مسئلہ میں فقط ذمی کا ذکر کیا ہے، ائمہ نے اس کی یہ مثال دی ہے جیسے کتے سے کام لے لینا یا مسئلہ مطلق ہے۔

۲۲۔ آپ جو اپنے سے سرچند خود سر حربی مشرکوں سے استعانت کر رہے ہیں یہ اُن کی مدد پر بھروسا، اُن کی خیر خواہی پر اعتماد، اُن سے عزت چاہنا، اُن کی تعظیم و تکریم کر کے اپنا کام بنانے کے لیے اُن کی طرف التجا ہے یا وہ حسب صورت جائزہ شرعیہ ذلیل و قلیل آپ سے دبے لچے ہیں، آپ انہیں کتا بنا کر مدد لے رہے ہیں۔

(۲۳ تا ۲۶) مشرکین سے وقتی معاہدہ بضرورت صرف چند مدت تک ترکِ قتال کے لیے ہے[۲۴] اور وہی کر سکتے ہیں جن سے اُنہیں قتل کا خوف ہو[۲۵] اور اس مدت میں بھی اُن سے قتال کے اسباب مہیا کرتے رہنا فرض ہے، فقہائے کرام نے ان شرطوں کی تصریح فرمائی ہے یا نہیں۔ آپ[۲۶] کے معاہدہ میں یہ شرطیں مفقود ہیں یا موجود۔

۲۷۔ علمائے کرام نے کافر کی تعظیم کو کفر اور مجوسی کو تعظیماً یا استاذ کہنے والے کو کافر لکھا ہے یا نہیں۔

۲۸۔ مہاتما کہنا استاذ کہنے سے بڑھ کر ہے یا نہیں۔

۲۹۔ مشرک کو کہنا کہ خدا نے ان کو تمہارے پاس مذکر بنا کر بھیجا ہے اللہ پر افترا اور کافر کی سخت تعظیم اور موجب غضب شدید رب العزۃ اور مذکر مبعوث من اللہ نبی کا ہم پہلو ہے یا نہیں۔

۳۰۔ مشرک کو کہنا کہ قدرت نے اُن کو سبق پڑھانے والا مدبر کر کے بھیجا ہے اور سبق بھی کاہے کا، فرض دینی کا۔ اُسے دین میں مسلمانوں کا اُستاذ کہنا ہوا یا نہیں، مجوسی کو یا استاذ کہنے کا حکم اس پر آیا یا نہیں۔

۳۱۔ خطبہ جمعہ میں مشرک کا نام، مشرک کی مدح، مقدس ذات، پاکیزہ خیالات، ستودہ صفات کہہ کر داخل کرنا تعظیم کافر و توہین اسلام و موجب غضب رب و ضلالت شدیدہ ہے یا کیا۔

۳۲۔ مرتکب نے اسے حلال سمجھا تھا یا حرام جان کر خطبہ جمعہ میں حرام داخل کر کے

اللہ واحد قہار پر جرأت کی۔ حرام کو حلال ٹھہرانے والے کا کیا حکم ہے۔

۳۳۔ امر دینی میں مشرک کا پس رو بننا شریعت کو الٹ دینا ہے یا کیا۔

۳۴۔ امر دین میں مشرک رہنما بنانا توہین اسلام ہے یا کیا۔

۳۵۔ حرام کاموں میں بزور زبان نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سند لینا اور انہیں سنت بتانا حضور کی توہین اور حضور پر افترا ہے یا نہیں۔

۳۶۔ حمایت دین کے کام میں مشرک کی اطاعت کرنا جو وہ کہے دھی ماننا، تخریب دین اور حکم قرآن مجز بکفر و ارتداد ہے یا نہیں۔

۳۷۔ مساجد میں کفار کو لے جاکر مسلمانوں کا واعظ بنانا اسلام و مسلمین و مسجد کی توہین ہے یا کیا۔

۳۸۔ اسے جائز بنانے کی کوشش اور اس میں رسائل کی نگارش تحلیل حرام قطعی ہے یا نہیں۔

۳۹۔ مشرک کے دخول مسجد کا اختلافی مسئلہ ذمی یا مستامن کے لئے ہے یا ہر کافر کو عام۔

۴۰۔ کفر کے عمل اور خود بر کثیر التعداد کافروں کے وطن میں ایسی آواز اٹھانا اور اسے حکم شرعی بتانا مساجد کو توہین و پامالی کفار کے لیے بخوشی پیش کرنا ہے یا نہیں۔

۴۱۔ مشرکین کی مدحیں کہ تحریراً و تقریراً کمیٹی کے خواص و عوام کر رہے ہیں، بارشاد حدیث موجب غضب الٰہی و لرزہ عرش ہیں یا نہیں۔

۴۲۔ کمیٹی والوں کے فتوائے دہلی میں یہاں کے مسلمانوں پر انگریزوں سے قتال واجب لکھا، آپ مولوی عبدالباری صاحب کے خطبہ صدارت میں ہے کہ "قیامت تک ہمارے لیے غیر مسلم کے تسلط کے عدم جواز پر حکم ناطق صادر ہو چکا ہے جس میں تبدل و تغیر نہیں ہو سکتا۔" اب سوال یہ ہے کہ آپ اور آپ کے ہمنوا و غیرہم انگریزوں سے قتال پر قادر نہیں تو قتال واجب بتانا، شریعت پر افترا اور مسلمانوں کی بربادی چاہنا ہوا یا نہیں۔ اور قادر ہیں تو آپ سب صاحب اپنے

منہ تارک فرض اعظم وراضی بہ تسلط کفر ہوئے یا نہیں۔ حضرت امام عرش مقام کے واقعۂ کربلا کو آپ حضرات نظیر میں پیش کرتے ہیں وہ بھی ملحوظ رہنے کیا جب تک ۲۲ کروڑ ہندو آپ کے ساتھ نہ ہولیں آپ میں ۲، مسلمان نہیں۔

۴۲۔ سوراج کہ اصل مقصود ہے اور غصّہ نہ کیجئے تو شاید خلافت وغیرہ کا نام اُس کا حیلہ ہو۔ بہر حال اس کی دو صورتیں ہیں:۔

(ا) سلطنت انگریزوں کی رہے اور آپ حضرات کونسلوں وغیرہ میں دخیل ہوں یہ اُس ترکِ موالات کا صریح رد ہے جس کی آپ کو کد ہے۔ آپ حامی موالات نصارٰے اور اپنے منہ دشمن اسلام ہوئے یا نہیں۔

(ب) نصاری کی سلطنت ہی نہ رکھیے، اب پانچ صورتیں ہیں (ا) کسی کی سلطنت نہ ہو ملک بالکل خود سر ہو، یہ بداہتہً ناممکن اور چوروں، ڈاکوؤں، زانیوں، قاتلوں کے لیے چوپٹ دروازے کھول دینا ہے (۲) ہنود کی سلطنت ہو اور آپ اُن کے غلام، یہ آپ سے تعجب نہیں جس کے لچھن ابھی سے نظر آرہے ہیں جب دین میں اُن کی امامت مان لی دُنیا میں ماننے کون رد کتا ہے (۳) آپ کی سلطنت ہو اور ہنود آپ کے غلام، اس پر قطعاً ہنود راضی نہ ہوں گے اور اتحاد کی ہنڈیا چوراہے میں پھوٹے گی (۴) دونوں کی سلطنت مجتمع ہو کہ تمام احکام و انتظام آپ اور ہنود کی رائے سے نافذ ہوں اور وقت اختلاف کثرت رائے معتبر، ہو جو یقیناً ہنود کے لیے ہو گی (۵) تقسیم ملک کہ اتنا آپ کا اتنا ہندوؤں کا۔ ان دونوں صورتوں میں احکام کفر تمام ملک یا بڑے حصے میں آپ کی رضا سے جاری ہوں گے کہ آپ ہی اُس اشتراک یا تقسیم پر راضی ہوئے، احکام کفر پر رضا کفر یا کم از کم سخت بددینی ہے یا نہیں۔

۴۳۔ سلطنت صرف آپ کی ہو یا مشترکہ یا منقسم، بہر حال وہابیوں، دیوبندیوں

کا بھی اُس میں کوئی حصّہ تجویز ہوا ہے یا نہیں، دوم نامعقول۔ وہابیہ و دیوبندیہ، آپ اور ترکوں اور سُلطان اسلام ابدہ المولی تبارک و تعالٰی سب کو مشرک اور اماکن مقدسہ کو شرکستان جانتے ہوئے مفت تو اس سرگرمی سے آپ کے ساتھ نہ ہوئے اور برتقدیر اوّل انہیں مسلمانوں پر تسلط دینا اسلام کو ذبح کرنا ہے یا نہیں۔

۴۵۔ یہ سچ ہے یا نہیں جو ابھی معروض ہوا کہ وہابیہ و دیوبندیہ، آپ اور ترکوں اور سُلطان سب کو مشرک اور اماکن مقدسہ کو شرکستان جانتے ہیں، پھر اُنہیں رکن مجالس و صدر مجالس و شیخ الہند بنانا کند چھری سے اسلام کو ذبح کرنا ہے یا کیا۔

۴۶۔ وہابی و دیوبندیہ آپ کے نزدیک مرتد یا کم از کم گمراہ و بددین ہے یا نہیں۔ صاف صاف بولیے، یہ سوال شاید مولوی عبدالباری و عبدالماجد صاحبان سے خاص کرنا پڑے، آزاد صاحب آزاد ہیں۔

۴۷۔ کمیٹی کے جلسوں وغیرہا میں وہابیہ و دیوبندیہ کی علانیہ دھوم دھامی توقیریں ہو رہی ہیں، وہ اگر بالفرض مرتد نہ ہوں تو کل تک آپ دونوں کے نزدیک بدمذہب بددین تو تھے، بدمذہب کی توقیر بحکم حدیث، دین اسلام کے ڈھانے پر اعانت ہے یا نہیں۔

۴۸۔ جو اللہ عزوجل کو رام اور قسم الٰہی کی جگہ رام دہائی کہنا جائز بتلائے، گمراہ بددین ہے یا کیا۔

۴۹۔ زمینوں کو مقدس کہنا باعتبار عظمت دینی ہوتا ہے، ہر دین والا اپنے دین کے اعتبار سے کہتا ہے، جیسے اماکن مقدسہ، مقامات مقدسہ، یا نری نجاست سے طہارت دے دینے پر بھی کہتے ہیں جو ایک پاخانہ کو دھل جانے پر حاصل ہے۔

۵۰۔ عبادت گاہ مشرکین کی زمین کو مقدس زمین مشرک کہے گا یا مسلمان، ایسا

کہنا گیا ہے۔

۵۱۔ جو ایسے نئے دین نکالنے کی فکر میں ہوں کہ مُسلم و ہندو کا امتیاز اُٹھا دے اور جس میں سنگم و پریاگ مقدس علامت قرار پائیں وہ کافر ہیں یا کیا۔

۵۲۔ مشرکوں سے مواخات حرام ہے یا نہیں۔

۵۳۔ مشرک کے یقینی بھائی بن جانے کو نیک کام بتانے والا تحسین حرام سے کُفر کو پہنچایا گیا۔

۵۴۔ جو خلافت صدیق وفاروق کے منکروں کو کافر نہ جانے لیکن خلافت تُرک کے منکر کو کافر و خارج از اسلام کہے اُس نے اللہ و رسُول پر افترا اور صدیق وفاروق کی سخت توہین کی یا کیا۔

۵۵۔ کٹارپور کے سنگین ناپاک واقعات میں جن مشرکین نے مُسلمانوں کو ناحق قتل کیا، جلایا، قرآن مجید پھاڑے، مسجدیں ڈھائیں، اُن کی رہائی کے لیے ریزولیوشن پاس کرنا دُشمنانِ اسلام کا کام ہے یا مُسلمانوں کا۔

۵۶۔ ایسے ہی اور شدید ناپاک افعال کہ اتحاد ہنود منوانے نے صادر کرائے جن کا بیان متعدد اشتہارات و رسائل میں ہولیا، اُن کا وبال اُنہیں اتحاد منوانے والوں پر ہے یا نہیں کہ انما علیک اثم الاریسیین۔

۵۷۔ نمبر ۴۸ سے یہاں تک اور اسی طرح اور افعال خاصہ پر آپ صاحبوں نے خرابی و بربادی اسلام و دین دیکھ کر بے چینی سے دھواں دھار صاف مشرح بالاعلان بار بار نوٹس نہ لیے اور محض سکوت یا مجمل بات یا ایک آدھ بار مثلاً "نشاید" کہنے پر اکتفا کی جس سے اُن کو شہ ملتی رہی اور اُن کا وبال اُنہیں بھی آپ کے سر پڑتا رہا یا واقعہ اُس کے خلاف ہے۔

۵۸۔ جس کے دشمنوں سے اتحاد و اخلاص منایا جائے اس میں اُس کی محبت ملحوظ

رہنے ادعا اُس کے ساتھ استہزا ہے یا کیا۔

۵۹۔ جو کو قرآن عظیم فرمائے کہ تمہاری بدخواہی میں کمی نہ کریں گے، اُن کو اپنا خیر خواہ جاننا قرآن عظیم کی تکذیب ہے یا نہیں

۶۰۔ کافروں کو مددگار رہنا نا قرآن عظیم نے صاف حرام فرمایا یا نہیں' دیکھیے احراجتہٗ اس بارے میں کوئی آیت کریمہ ہے یا نہیں۔

۶۱۔ اکابر سادات و عُلماء و جملہ مسلمین زمانہ کا اسلام برائے نام تبانا اور اُن میں اور کفّار میں امتیاز نہ ٹھہرانا کفر ہے یا کیا۔

۶۲۔ یونہی اپنے آپ کو ایسا کہنا اقراری کُفر ہے یا کیا۔

۶۳۔ سیّدنا مسیح علیہ الصّلوٰۃ والسّلام صاحب شریعت جدیدہ تھے یا نہیں' قرآن کریم نے اُن کو بعض احکام شریعت موسویہ کا ناسخ اور توریت و انجیل و قرآن کو مستقل شریعتیں تبایا یا نہیں، جو اُن کے صاحب شریعت ہونے کا منکر ہو وہ قرآن مجید کا مکذب اور کافر ہے یا کیا۔

۶۴۔ جو حضرت مسیح کو کہے پلاطوس کے بے رحم سپاہیوں نے ان کے سر پر کانٹوں کا تاج رکھا تا وہ صلیب پر لٹائے جائیں اور جو لکھا ہے وہ پُورا ہو' اس مجاہد (مسیح) نے اپنی عظیم قربانی کر کے تکمیل کر دی۔ اور کہے ناصرہ کے واعظ (مسیح) کی طرح اپنی مظلومانہ قربانی اور اپنے خُون شہادت کی تلاش ہو' اُس نے مسیح کو مصلوب و مقتول لہہ کر قرآن تکذیب کی اور کافر ہوا یا کیا۔

۶۵۔ جو ھمارے نبی افضل الصّلوٰۃ والسلام کو کہے خُدا نے بھی اس کا سب سے بڑا وصف بتایا تو یہی بتایا کہ وہ اُس کی آیتیں پڑھتا اور اُس کی طرف سے اُس کے بندوں کو تعلیم دیتا ہے' اُس نے حضور کے تمام خصائص جلیلہ کا انکار کیا، حضور کو ہر نبی بلکہ ہر تالی قرآن معلّم خیر کا مساوی کر دیا، اور کافر ہوا یا کیا۔

۶۶۔ قربانی گاؤ خصوصًا یہاں ایک عظیم شعار اسلام اور اُسے اتحاد ہنود کی خاطر یا اُن کی مروت سے بند کرنا بدخواہی اسلام ہے یا کیا۔

۶۷۔ مسلمانوں پر یہ بدگمانی کہ خوشنودی نصاریٰ کے لیے دخل اندازی کار خلافت کے لیے اپنے مذہبی شعار پر مصر ہیں اور اُس پر یقین کرنا اور اس بنائے فاسد پر یہ زعم کہ ان کی قربانی بھی حرام اور اُس کا گوشت بھی مردار، اور یہ قربانی مذکور نہ چھوڑیں تو کافر ہیں، یہ قلب پر حکم اور مسلمانوں پر اشد بدگمانی اور حلال کی تحریم اور اللہ پر افترا اور مسلمانوں کی ناحق تکفیر ہے یا نہیں۔

۶۸۔ آپ حضرات بریلی تشریف لاتے ہیں، یہاں کی انجمن آپ کی تابع نے گاندھی کی آمد پر ایک سپاسنامہ چھاپا جس میں مشرک کو مسیحا اور دلوں کا حاکم اور مردہ قوم کو جِلانے والا، آبِ حیوان پلانے والا، بیکسوں کا حامی و یاور، گمراہوں کا رہبر، رحمت و پاک دِل وغیرہ وغیرہ کیا کیا کہا حتیٰ کہ لکھ دیا ع "خاموشی از ثنائے تو حدِ ثنائے تست" اور یہ کہ اس کے فیض قدم سے شہر دُلہن بن گیا، مطلع انوار ہو گیا، ایک ایک کوچہ رشک گلشن، ہر مکان قصور بہشتی پہ طعنہ زن۔ آیا ان لوگوں پر اعلان کے ساتھ توبہ چھاپنا، تجدید اسلام کرنا فرض اور تجدید نکاح کا حکم ہے یا نہیں، کیا آپ اس فرض، نہی عن المنکر کو ادا کریں گے۔

۶۹۔ قرآن عظیم نے مطلقًا کفار و مشرکین کو بدترین خلق اور ہر ذلیل سے ذلیل تر وں میں داخل فرمایا ہے یا نہیں، اُن کے لیے عزت ماننا تکذیبِ قرآن ہے یا نہیں۔

۷۰۔ بلا اکراہ و خوف صحیح اُن کی عظمت کرنا، اُن کی لمبی چوڑی تعریفیں کرنا مخالفتِ قرآن عظیم ہے یا نہیں؟

بہت کچھ عرض کرنا ہے کاش ! پہلے اسی قدر صاف ہو جائے '
جواب آپ حضرات کے تحریری دستخطی ہوں ' زبانی لفظ ہوا میں اُڑ
جاتے ہیں. جن سوالوں میں دُوسری شق (یا کیا) ہے ' اُن میں فقط
(نہیں) اور اس کی دلیل بس نہ ہو گی بلکہ حکم کی تعیین فرمائی جائے جس
سے کم د بیش نہ ہو اور اس پر دلیل دی جائے.
اخیر میں پھر عرض کرتا ہوں کہ مقصود صرف تحقیق حق ہے اور آپ ھی کی
طرف کے اشتہار جواب ملنے کی اُمید دلاتے ہیں.
تمام امور مذکورہ کے صاف ہونے کے بعد بریلی سے تشریف لے جائیں
ورنہ خدا را انصاف !
وہ کچھ کفریات وضلالات و دبالات برتے جائیں اور اُن پر جو غریب
مُسلمان مخالفت کریں ' اُن پر جھوٹ کے طومار ' تہمتوں کے انبار باندھے
جائیں یہ کیا اسلام اور کون سا انصاف ہے.
کیا قیامت نہ آئے گی ' حساب نہ ہو گا ' واحد قہار کے حضور سوال وجواب
نہ ہو گا. اے میرے رب ہدایت فرما. آمین !

وصلاۃ ربنا وتسلیماتہ علٰے سیدنا ومولٰنا وناصرنا وماوٰنا والہٖ وصحبہ وابنہ وحزبہ اجمعین
امین برحمتک یا ارحم الراحمین

(مولوی حکیم حاج)
محمد امجد علی قادری ' برکاتی[1]

ہشتم رجب مرجب سنہ ۱۳۲۹ھ

---

[1] دوامغ الحمیر ص ۴۰ - ۴۶

الحمد للہ الواحد القہار

وہ مبارک و اطیب اشتہارات نافیۂ کفر و ضلالات کہ روز اول سے اب تک
گانڈھویت ملعونہ کے رد مین شایع ہو کر بیمانۂ شرک پرستی کو توڑ کر خاک مین ملاتے رہے
جنمین ہر اشتہار سچا ظفر نامہ ہے بحمدہ تعالیٰ اونکا مجموعہ
مسمی بنام تاریخی

دوامغ الحمیر

۱۳۴۰ھ

معروف بعرف تاریخی

قہر القہار بر گاندھویت

۱۳۴۰ھ

ملقب بلقب تاریخی

ذوالفقار حیدری

بحسن ترتیب حضرات اراکین جماعت رضائے مصطفےٰ (علیہ افضل الصلاۃ والثنا)
باہتمام جناب مولنا مولوی حسنین رضا خان صاحب

مطبع حسنی بریلی مین چھپ کر گاندھویہ کے سومنیو دوبارہ برق بار ہوا

قیمت فی جلد علاوہ محصول ڈاک ۱۲/

سرورق : "دوامغ الحمیر" مرتبہ : مولانا حسنین رضا خان مطبوعہ بریلی ۱۹۲۱ء

"اتمام حجت تامہ" کا مطبوعہ اشتہار ۱۰ رجب ۱۳۳۹ھ / ۲۰ مارچ ۱۹۲۱ء کو جماعت رضائے مصطفٰے اور دیگر اکابر اہل سنت پر مشتمل وفد لے کر جمعیت العلماء ہند کے اراکین کے پاس عصر کے بعد پہنچا، بڑی تگ و دو کے بعد ناظم استقبالیہ کمیٹی جمعیت العلماء، جناب مولوی عبدالودود سے ملاقات ہوئی۔ رئیس وفد مولانا حسنین رضا خاں نے انہیں بتایا۔

"جناب مولانا مولوی محمد امجد علی صاحب (صدر شعبہ مقاصد علیہ جماعت رضائے مصطفٰے) نے ہمیں بھیجا ہے کہ آپ کی طرف سے اشتہارات میں اہل حق سے قصد مناظرہ شائع ہوا ہے، ہم تحقیق حق کے لیے حاضر ہیں، وقت دیجئے۔" [1]

اس کے جواب میں جناب مولوی عبدالودود نے کہا:

"میں تو استقبالیہ کمیٹی کا ناظم ہوں، دربارہ مناظرہ مجھے کچھ اختیار نہیں، اس کا تعلق ناظم جمعیت العلماء سے ہے وہ میرے دوسرے مکان میں مقیم ہیں، میں آپ کو لیے چلتا ہوں۔ میری ذاتی رائے ضرور ہے کہ تحقیق حق ہو جائے تو بہتر رہے، بلکہ میرے نزدیک انعقاد جمعیت کا اصل مقصود یہی ہے۔" [2]

جناب مولوی عبدالودود اس وفد کو لے کر مولانا عبدالماجد بدایونی کے پاس پہنچے۔ مولانا بدایونی کو وفد کی آمد کا سبب بتایا گیا، اور ساتھ ھی اشتہار "اتمام حجت تامہ" اور مولانا امجد علی رضوی کا پیغام پہنچایا۔ مولانا بدایونی نے فرمایا:

---

[1] رد المنع الحمید، ص ۴۸

[2] ایضاً، ص ۴۸

"یہ مسئلہ ارکان اصلیہ جمعیت العلماء سے تعلق رکھتا ہے میں بحیثیت ناظم جمعیت طے نہیں کر سکتا۔" [۱]

رئیس وفد مولانا حسنین رضا خاں نے فرمایا:

"جب جمعیت کا مقصود اصلی مناظرہ ہے اور خود یہ مقصد اشتہارات میں شائع ہو چکا ہے پھر اس کے قبول کے لیے ورود پارٹی کا کیا انتظار" [۲]

مولانا عبدالماجد بدایونی سے کوئی جواب نہ بن پڑا' مناظرہ کی راہ سے فرار ہونے کے لیے کئی حیلے تراشے گئے' کبھی مناظرہ کے لیے ارکان اصلیہ کا سہارا لیا گیا (نہ معلوم یہ ارکان اصلیہ کون تھے ؟)' کبھی ملکی حالات کے تحت بحث و مباحثہ کرنا ملّی تقاضوں کے منافی بتایا گیا۔ مولوی عبدالودود صاحب نے اپنے پروگرام میں عدم گنجائش کا بہانہ تراشا اور کہا کہ "چونکہ جمعیت کے اجلاس کا پروگرام طے ہو چکا اور اشتہارات کی شکل میں چھپ چکا ہے اس لیے ہم اس میں ترمیم نہیں کرنا چاہتے۔ ساتھ ہی پروگرام کے مطبوعہ اشتہارات رکن وفد ماسٹر عظیم الدین صاحب کو دیئے اور پہلو بدل کر اپنی سابقہ گفتگو کے خلاف یوں کہا:

"جمعیت کا سالانہ اجلاس ہے اس سے صرف نشر و ابلاغ مقصود ہے اور کوئی غرض نہیں" [۳]

علماء اہل سُنت کی زبردست خواہش تھی کہ علماء کے اس اجتماع سے فائدہ اٹھا کر مسائل حاضرہ کے بارے میں کوئی متفقہ لائحہ عمل طے کر لیا جائے' اس کے لیے

---

[۱] ایضاً، ص ۴۸

[۲] ایضاً، ص ۴۸

[۳] ایضاً، ص ۴۸

انہوں نے پوری کوشش کی۔ رئیس وفد مولانا حسنین رضا خاں رضوی نے زور دیتے ہوئے مولانا عبدالماجد بدایونی سے کہا :

"ترتیب اوقات آپ کے اختیار میں ہے تنگ دلی نہ کیجئے، تحقیق حق کو وقت دیجئے" [1]

اس کے جواب میں مولانا بدایونی نے فرمایا :

"جلسہ کے تین دنوں [2] سے ایک دن جناب عبدالودود صاحب نے خلافت کانفرنس کے لیے لیا اب میرے پاس صرف دو دن باقی ہیں جن کا پروگرام شائع ہو چکا ہے۔" [3]

رئیس وفد نے کہا :

"تحقیق حق ان سب باتوں پر جو پروگرام میں ہیں، مقدم ہے۔" [4]

بار بار کے اصرار کے باوجود مولانا عبدالماجد بدایونی اور جمعیت العلمائے ہند کے دیگر اراکین مسائل حاضرہ کے انقطاعی اور اجتماعی فیصلہ کے لیے تیار نہ ہوئے، چونکہ اکابر جمعیت العلماء کے علم میں یہ بات آچکی تھی کہ موجودہ تحریکوں میں ہماری حرکات سراسر اسلامی احکام کے خلاف ہیں اور ہمارا طرز عمل مسلمانوں کے لیے نقصان دہ ۔ بحث و مباحثہ کے بعد اسلامی احکام کے مطابق اسلامیان ہند کے لیے

---

[1] ایضاً، ص ۴۸

[2] جمعیت العلماء ہند نے سالانہ جلسہ کے لیے تین دن ۱۲-۱۴ رجب ۱۳۳۹ھ/۲۲-۲۴ مارچ ۱۹۲۱ء کا پروگرام بنا رکھا تھا۔

[3] در [illegible]

[4] ایضاً ص ۴۹

قابلِ عمل پروگرام طے کرنے سے پہلو تہی کرتے ہوئے مولانا بدایونی نے فرمایا:

"میں کیونکر کہہ سکتا ہوں کہ آنے والے علماء اس پر راضی ہوں گے یا نہیں۔"[1]

رئیس وفد نے بڑی دل سوزی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:

"ایسا شخص کہ تحقیق حق سے راضی نہ ہو، آجائے تو شریک نہ کیجئے نہ آیا ہو تو روک دیجئے"

اور ان (مولانا بدایونی) سے مزید کہا:

"آپ اپنی رائے تو لکھ دیجئے"[2]

اس پر جناب مولوی عبدالودود صاحب نے بھی انہیں یہی رائے دی کہ انہیں تحریر دے کر ان سے بھی تحریر لے لیجئے، حالانکہ وفد مطبوعہ تحریر بابت طلب تعین وقت و مقام لے کر گیا تھا۔

اس کے باوجود اتمام حجت کے طور پر مولانا حسنین رضا خاں رئیس وفد طلب مناظرہ نے حسب ذیل الفاظ تحریر فرما دیئے:۔

"میں جماعت رضائے مصطفےٰ کی طرف سے بحیثیت ناظم، تحقیق حق کے لیے جمعیت العلماء کی دعوت کو قبول کرتے ہوئے تعین وقت چاہتا ہوں امید (ہے) کہ ناظم جمعیت العلماء مجھے مطلع فرمائیں گے۔"[3]

مولانا عبدالماجد بدایونی نے مندرجہ ذیل تحریر لکھ دی:۔

---

[1] ایضاً، ص ۴۸

[2] ایضاً ص ۴۸

[3] ایضاً، ص ۴۹

"الحمد للہ تحقیق حق امر نیک و ضروری و قابل شکر و لائق قدر ہے،
فقیر کی ذاتی رائے ہے اور ذاتی طور پر حاضر بھی ہے کہ ضرور ایسا ہونا چاہیئے۔ ارکان اصلیہ جمعیتہ العُلماء بھی امروز فردا میں تشریف لا رہے ہیں، قطعی فیصلہ اور جماعتی امر طے ہو سکے گا۔ اراکین و ذمہ داران جماعت رضائے مُصطفیٰ (علاوہ ناظم صاحب) کے اسماء سے اطلاع ملنی و جماعتی تحریر اُس وقت آنی چاہیئے جب کہ ناظم صاحب (جماعت) رضائے مُصطفیٰ نے کہا کہ "مَیں مولوی امجد علی صاحب کی طرف سے آیا ہوں" اور آج بھی مولوی امجد علی صاحب کی طرف سے اشتہار مطبوع بعنوان "اتمام حجت تامہ" مولانا عبدالباری و مولانا ابوالکلام صاحب کے اسماء کے ساتھ بھی بصورت خطاب دیکھا گیا۔ پس نہایت موزوں ہے کہ یہ تحقیق حدِ مرام تک پہنچ جائے۔

فقط

شب یازدھم رجب المرجب فقیر عبدالماجد القادری البدایونی"[1]

مقام غور ہے کہ ناظم استقبالیہ کی جانب سے شائع شدہ اشتہارات جن میں جوشیلے ادعا چھاپے گئے، مُسلمانان اہل سُنّت کو "منکرین اور منافقین کہا گیا، اور جمعیت العلماء کے جلسہ کا مقصد ان پر اتمام حجت بتایا گیا، عُلما اہل سُنّت کو دعوت دی گئی کہ مسائل حاضرہ کا قطعی و اجتماعی طور پر فیصلہ کیا جائے۔ مگر جب علمائے اہل سُنّت نے دعوت کو قبول کرتے ہوئے تعین وقت اور مقام کے لیے اراکین جمعیت سے رجوع کیا، ان کے ہاں جا کر تحقیق حق چاہی تو یہ لوگ کانوں پر ہاتھ

---

[1] ایضاً ص ۴۶

دھرتے ہیں۔ مولوی عبدالودود ناظم استقبالیہ جمعیت العلماء ہند نے اپنی عاجزی ظاہر کر دی کہ مجھے تعین وقت و مقام کا اختیار نہیں، سارا بار مولانا عبدالماجد بدایونی کے سر ڈالتے ہیں کہ وہ جمعیت العلماء ہند کے ناظم اعلیٰ ہیں اور یہاں بریلی میں موجود ہیں۔ مولانا بدایونی باوجود ناظم اعلیٰ ہونے کے اپنی بے بسی کا اظہار کرتے ہیں، اور وہ ساری ذمہ داری ارکان اصلیہ پر ڈالتے ہیں۔ نہ معلوم "ارکان اصلیہ" کون ہیں؟ حقیقت میں اکابر جمعیت العلماء ہند چاہتے ہیں کہ "ساری کارروائی یک طرفہ ہو، یعنی ہماری طرف سے دعوت مناظرہ بھی قائم رہے اور مناظرہ بھی نہ ہونے پائے تاکہ ہماری غیر اسلامی حرکات پر پردہ پڑا رہے۔ جیلے حوالے سے ہندو راج کی خاطر طرح طرح سے بے طرح اسلام کو ذبح کیا جائے۔" (ملخصاً)

یہ سب کچھ ایک طے شدہ پروگرام کے تحت ہو رہا تھا۔ کیا جلسہ کے اعلان کے اشتہارات اور مقام و تاریخ کا تعین جمعیّت کے "ارکان اصلیہ" کی رضامندی کے بغیر چھاپے گئے، کیا "منکرین و منافقین" پر اتمام حجت کا ادّعا ان کی اجازت کے بغیر کیا گیا؟

مولانا محمد امجد علی رضوی، صدر شعبہ مقاصد علمیہ جماعت رضائے مصطفےٰ کی طرف سے "اتمام حجت تامہ" کا اشتہار جمعیت العلماء ہند کے اکابر کو مخاطب کر کے شائع ہوا، اس میں جمعیت کے انہی ارکان اصلیہ کے علاوہ مولانا عبدالباری فرنگی محلی، مولانا عبدالماجد بدایونی اور ابوالکلام آزاد وغیرہ کے اسماء سر فہرست تھے۔ مولانا بدایونی نے مناظرہ سے اپنی رضامندی کا اظہار لکھ کر دیا، اس کے باوجود تعین وقت اور مقام سے اطلاع نہیں دے رہے۔ شاید انتظار اس بات کا ہے کہ جمعیت کے اراکین، اصلیہ (؟) مل کر کچھ گرہ کشائی کریں۔

۱۰ رجب المرجب ۱۳۳۹ھ/ ۲۰ مارچ ۱۹۲۱ء کی ساری کارروائی، وفد جماعت

رضائے مُصطفےٰ اور اراکین جمعیت العلماء کی گفتگو اور تعین وقت و مقام کے شدید تقاضوں کی کارگزاری' ۱۱ رجب کو ایک اشتہار بنام "شہر کے معززین اہلِ سُنّت کی توجہ ضروری ہے" [1] ـــــ اراکین جماعت رضائے مُصطفےٰ کی طرف سے شائع ہوئی۔ اس اشتہار میں حسبِ اصرار اراکین جمعیت العُلماء، جماعت رضائے مُصطفےٰ کی طرف سے گفتگو کرنے والے علماء کے اسماء گرامی کا اعلان کیا گیا حالانکہ مذکورۃ الصدر اشتہار بنام " اتمام حجت تامہ " مولانا محمد امجد علی رضوی کی طرف سے شائع ہوا، جس کا صریح مفہوم یہ تھا کہ مولانا موصوف ھی نے مناظرہ کا چیلنج قبول کر کے اپنے سوالات شائع کئے ہیں اور وھی اہلِ سُنّت کی طرف سے مناظر ہوں گے۔ مزید برآں جماعت رضائے مُصطفےٰ کے مذکورہ وفد نے بھی ترک موالات کے مخالف علماء اہلِ سُنّت کی طرف سے مناظرہ کرنے کی ذمہ داری قبول کی۔ اس کے باوجود اراکین جمعیت العُلماء کے بے جا اصرار پر جماعت رضائے مُصطفےٰ کا مؤقف پیش کرنے اور مسائل حاضرہ میں مُسلمانان ہند کی راہنمائی اور مشترکہ لائحہ عمل اختیار کرنے کے لیے جن عُلماء کے اسماء گرامی کا اعلان کیا گیا' وہ یہ ہیں :-

۱۔ مولانا محمد امجد علی رضوی (خلیفہ امام احمد رضا) صدر جماعت رضائے مُصطفےٰ۔

۲۔ مولانا حسنین رضا خاں قادری (خلیفہ امام احمد رضا) ناظم اعلیٰ جماعت رضائے مُصطفےٰ

۳۔ مولانا ظفر الدین رضوی، صدر مدرس، مدرسہ خانقاہ شہسرام (خلیفہ امام احمد رضا خاں)

---

[1] یہ اشتہار دوامغ الحمیر مطبوعہ بریلی کے صفحہ ۲۲ پر موجود ہے

۴۔ مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی (خلیفہ امام احمد رضا) [1]

جماعت رضائے مصطفیٰ کی طرف سے گفتگو کے مجاز علماء کے اسماء پر مشتمل اشتہار ۱۲؍ رجب کو چھپ کر شائع ہوا۔ باوجود پیہم تقاضوں کے جمعیت کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔ بڑھتی ہوئی عوام کی پریشانی کو کم کرنے اور اختلاف کی خلیج کو پاٹنے کے لیے ۱۴؍ رجب ۱۳۳۹ھ، ۲۳؍ مارچ ۱۹۲۱ء کو جماعت رضائے مصطفیٰ نے ایک خط بعنوان "انوار سرکار رسالت" جمعیت العلماء ہند کے جلسہ عام میں بھیجا۔ خط کی نقل درج ذیل ہے :۔

"جناب مولوی عبدالباری صاحب فرنگی محلی و عبدالماجد صاحب بدایونی و مسٹر ابوالکلام صاحب آزاد ! آپ کی طرف سے دو اعلان شائع ہوئے کہ یہ جلسہ اتمام حجت کے لیے ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اہل حق کو اس میں آنے اور آپ صاحبوں سے جواب لکھوانے اور اُن پر رد و کد کو حد تک پہنچانے کی اجازت آپ دیتے ہیں۔ اگر اہل حق کو ان باتوں کی اجازت نہ ہو تو کیا اتمام حجت جلسہ کی دیواروں پر کیا جائے گا۔ مولانا مولوی امجد علی صاحب ستر سوال

---

[1] صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی (م - ۱۹۴۸ء) ایک وقت تک ابوالکلام کے اخبار "الہلال" میں مضامین لکھتے رہے۔ لیکن جب ابوالکلام نے سواد اعظم کے عقائد، اور اپنے والد مولانا خیر الدین کے مسلک کے برعکس ہندوؤں کی اقتداء میں اپنی زندگی وقف کر دی تو مولانا موصوف بھی باقی علماء اہل سنت کی طرح ان کے مقابل آ گئے
تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو : تذکرہ علمائے اہلسنت مطبوعہ کانپور (انڈیا) ۱۹۷۱ء

[2] دوامغ الحمیر، ص ۵۰

بعنوان "اتمام حجت تامہ" ۱۳۳۹ھ ارسال فرما چکے، اُس پر آپ کی طرف سے اور نام طلب کیے گئے۔ جناب مولانا مولوی ظفر الدین و جناب مولانا مولوی نعیم الدین صاحب و جناب مولانا مولوی حسنین رضا خاں صاحب کے ناموں کی اس طرف سے تعیین کی گئی۔ امید کہ وقت سے مطلع فرمایئے اور بغیر بات صاف ہوئے بریلی سے تشریف نہ لے جایئے، اپنی ہی اُٹھائی ہوئی آواز سے اغماض نہ فرمایئے۔

۱۲۔ رجب ۱۳۳۹ھ اراکین جماعت رضائے مصطفےٰ (علیہ افضل الصلوٰۃ والثنا)[1]

جب خط مذکور لکھا جا چکا تو اس وقت مولانا پروفیسر سید سلیمان اشرف بہاری (خلیفہ امام احمد رضا) صدر شعبہ علوم اسلامیہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ تشریف لے آئے، انہوں نے بھی اس خط پر بطور سائل مناظرہ دستخط فرمائے۔
اراکین جماعت رضائے مصطفےٰ کا یہ چوتھا شدید تقاضا تھا۔ اس سے پہلے مولانا عبدالماجد بدایونی، ناظم جمعیت العلماء ہند اور مولوی عبدالودود، ناظم استقبالیہ تحقیق حق سے عمداً حیلے حوالے سے تحاشی فرما چکے تھے۔ اس لیے جماعت رضائے مصطفےٰ کے اراکین ابوالکلام آزاد کی آمد کے منتظر تھے۔ شاید ان کی آمد پر ہی تحقیق حق کی راہ نکل سکے۔ چنانچہ علامہ ابوالکلام آزاد جب بریلی پہنچے اسی وقت انہیں جماعت رضائے مصطفےٰ کی طرف سے مناظرہ کے لیے تعین وقت و مقام کے تقاضوں کے تینوں اشتہار

"اتمام حجت تامہ"

"شہر کے معززین اہل سنّت کی توجہ ضرور ہے"

---

[1] ایضاً، ص ۵۰-۵۱

"انوارِ سرکارِ رسالت"

پہنچائے گئے[1] تاکہ مطالعہ کے بعد ان کے جوابات کے لیے ان کو کافی وقت مل سکے نیز وہ اراکین جماعت رضائے مصطفٰے[1] کو جلسہ میں حاضر ہو کر اپنا موقف پیش کرنے کی اجازت دیں۔

ستر سوالات (اتمام حجت تامہ) اور دیگر خطوط و اشتہارات کے جواب میں علاّمہ آزاد کو اصولاً اور اخلاقاً اراکین جماعت رضائے مصطفٰے[1] کو وقت و مقام مناظرہ سے مطلع فرمانا چاہیئے تھا۔ مگر انہوں نے ان باتوں سے اعراض اور قطعی گریز کرتے ہوئے ایک نئی چال چلی، اور ایک عجیب تحریر ۱۳ رجب ۱۳۳۹ھ / ۲۴ مارچ ۱۹۲۱ء کو امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے نام بھیجی جس میں جدید فرضی اور اختراعی امور پر بحث کے لیے فاضل بریلوی کو مناظرہ کے لیے دعوت دی[2]، اس خط میں جن امور کو محل نزاع ٹھہرایا گیا ان میں صیانت مملکت اسلامیہ،

---

[1] ایضاً (حاشیہ) ص ۵۵، روداد مناظرہ (حاشیہ) ص ۱۸

[2] بُرا ہو بغض و عناد کا، حسد میں آکر بعض "مؤرخین" تاریخی واقعات کو توڑ موڑ کر پیش کرنا کوئی گناہ نہیں سمجھتے۔ حالانکہ تاریخی واقعات کو مسخ کرنا بددیانتی اور قلم کی عظمت کا انکار ہے، یہ ایک ایسا جرم ہے جسے ہر دور اور ہر مذہب و ملت کے لوگوں نے بُرا سمجھا مگر کانگرسی ذہنیت کے علماء نے مناظرہ بریلی کی عبرت ناک شکست کا بدلہ لینے کی ناپاک کوشش یوں کی کہ واقعات کو ہی مسخ کر کے پیش کیا۔ ابو الکلام کے معتمد خصوصی، مولوی عبدالرزاق ملیح آبادی مناظرہ بریلی کی روداد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"کلکتہ سے مولانا (ابو الکلام آزاد) کے ساتھ میں بھی بریلی پہنچا۔ رات کو اجلاس تھا۔ مگر شام ہی سے خبریں آنے لگیں کہ کانفرنس ہونے

تحفظ مقامات مقدسہ، ترک موالات اور اعانت و استعانت جملہ مشرکین و کفار کی حرمت وغیرہ امور شامل تھے جو محض بے بنیاد اتہامات و صریح مغالطہ تھا، ابوالکلام آزاد کا مذکورہ خط درج ذیل ہے :-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بریلی۔ ۱۳/ رجب المرجب ۱۳۳۹ھ

بخدمت جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی۔ دام مجدہم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

مسئلہ تحفظ و صیانت خلافت اسلامیہ، ترک موالات و اعانت اعدائے محاربین اسلام وغیرہ مسائل حاضرہ کی نسبت جناب کے اختلافات

نہیں پائے گی۔ احمد رضا خاں تو بے شک مرحوم ہو چکے ہیں مگر ان کے صاحبزادے مولانا حامد رضا خاں تو موجود ہیں ـــــ"

ہفت روزہ چٹان، لاہور شمارہ ۶ مارچ ۱۹۶۱، ص ۱۵

غور طلب امر یہ ہے کہ جناب ملیح آبادی کے پیر و مرشد (ابوالکلام) تو مولانا احمد رضا خاں کے نام رفع شکوک اور طلب مناظرہ کا خط لکھ رہے ہیں ادھر ابوالکلام کے مرید صادق ملیح آبادی مولانا امام احمد رضا کو "مرحوم" بیان کر کے مناظرہ کی بساط ھی الٹ دینا چاہتے ہیں۔ حالانکہ امام احمد رضا قدس سرہ، کا وصال ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ، ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو ہوا۔ اور جمعیت العلماء ہند کا یہ اجلاس، جس میں مناظرہ وقوع پذیر ہوا، ۱۲، ۱۳، ۱۴ رجب ۱۳۳۹ھ/ ۲۲، ۲۳، ۲۴ مارچ ۱۹۲۱ء کو منعقد ہوا۔

؎ اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا!

تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، مکاتیب ابوالکلام آزاد، ص ۱۶۲ - ۱۶۳

مشہور ہیں، چونکہ جمعیت العلماء کا جلسہ یہاں منعقد ہو رہا ہے، اور یہی مسائل اس میں زیر نظر و بیان ہیں۔ اس لیے میں جناب کو توجہ دلاتا ہوں کہ رفع اختلافات اور مذاکرہ و نظر کا یہ مناسب و بہتر موقع پیدا ہو گیا ہے۔ جناب جلسہ میں تشریف لائیں اور ان مسائل کی نسبت بطریق اصحابِ علم و فن گفتگو فرمائیں۔ میں ہر طرح عرض و گزارش کے لیے آمادہ و مستعد ہوں۔

فقیر

ابوالکلام احمد کان اللہ لہٗ "[۱]

مذکورہ بالا خط کو استقبالیہ کمیٹی جمعیت العلماء ہند نے درج ذیل نوٹ کے ساتھ اشتہار کی شکل میں شائع کیا۔

"بجواب تحریر جماعت "رضائے مصطفےٰ" موصولہ امروزہ مندرجہ بالا خط آج ۱۳ رجب المرجب ۱۳۳۹ھ مطابق ۲۴ مارچ ۱۹۲۱ء کی شام کو جناب مولوی احمد رضا خان صاحب کی خدمت میں بھیج دیا گیا ہے۔ اب عام اطلاع کے لیے اس کی نقل شائع کی جاتی ہے"[۲]

ابوالکلام آزاد کے خط اور جمعیت العلماء کی استقبالیہ کمیٹی کے تازہ اشتہار نے کمال تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہوئے اپنے ہی سابقہ دعووں سے پہلو تہی کی۔

اوّلاً: جمعیت العلماء ہند کے اجلاس بریلی کے انعقاد سے قبل شائع ہونے والے متعدد اشتہارات میں جلسہ ہذا کا مقصد "مخالفین ترک موالات اور موالات نصاریٰ

---

۱ مکاتیب ابوالکلام آزاد مرتبہ ابوسلمان شاہجہاں پوری مطبوعہ کراچی ۱۹۶۸ء، ص ۱۲۳

۲ ایضاً، ص ۱۲۲

کے عملی حامیوں پر اتمام حجت کیا جائے گا" بتایا گیا۔ لیکن اس آخری خط میں محل نزاع "تحفظ مقامات مقدسہ اور صیانت سلطنت اسلامیہ" وغیرہ امور بتائے گئے حالانکہ امور مذکورہ کے علاوہ ترک موالات وغیرہ مسائل حاضرہ پر امام احمد رضا قدس سرہٗ کے فتاویٰ اور عملی خدمات اس سے آٹھ سال قبل شائع ہو چکے تھے۔

جناب سید اولاد رسول محمد میاں برکاتی مارہروی لکھتے ہیں:

"آج (۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء) سے برسوں پہلے جنگ بلقان (۱۲-۱۹۱۱ء) کے موقع پر انہوں (امام احمد رضا) نے سلطنت اسلامی و مظلومین مسلمین کی اعانت و امداد کی مناسب و صحیح شرعی تدابیر لوگوں کو بتائیں، عام طور پر شائع کیں۔ قولاً و عملاً اُن کی تائید کی۔ خود چندہ دے کر عوام کو اس طرف رغبت دلائی اور اب بھی لوگوں کو صحیح مفید شرعی طریقے اعانت اسلام و مسلمین کے بتاتے رہے ——

مولانا احمد رضا خاں صاحب جو عملی کوششیں کر سکتے تھے انہوں نے کیں، خود چندہ دیا اور اپنے زیر اثر لوگوں سے دلوایا، مسلمانوں کو اسلامی سلطنت کی امداد و اعانت پر توجہ و رغبت دلائی، تحفظ سلطنت اسلامی کی مفید و کارگر تدابیر بتائیں، یہ عملی کوشش نہیں تو کیا ہے۔"[1]

آگے چل کر آپ اُن کی بروقت کوششوں بلکہ پیش از وقت حفاظتی تدابیر کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اس سے زیادہ اور کون سے پہلے دن سے مولانا احمد رضا خاں صاحب

---

[1] برکات مارہرہ و مہمانان بدایون از شاہ اولاد رسول محمد میاں مطبوعہ حسنی پریس بریلی ۱۳۴۰ھ، ص ۱۱

کوشش کرتے کہ خلافت کمیٹی والے تو آج حمایت خلافت و حفاظت سلطنت اسلامی کا نام لینے بیٹھے ہیں جب کہ سلطنت اسلامی کا خاتمہ ہو چکا۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب نے اُس وقت سے کوشش کی جب اس موجودہ مصیبت عظمیٰ کا خیال بھی دلوں سے دور تھا اور جنگ بلقان (جو بلحاظ حالات مابعد اس مصیبت عظمیٰ کی تمہید و ابتدا ثابت ہوئی) کے ہی زمانے سے حمایت و اعانت سلطنت اسلامی میں اپنی رائے و مسلک قولاً و عملاً ظاہر کر دیا۔ عوام کو رغبت دلانے کے لیے بریلی میں جلسۂ عام میں خود چندہ دیا۔ حمایت سلطنت اسلامی و اعانت مظلومین ترک کی نافع و مفید تدابیر آگاہی عام کے لیے شائع کیں۔" [1]

---

[1] ایضاً ص ۱۲-۱۳

نوٹ: سلطنت عثمانیہ کے تحفظ اور مقامات مقدسہ کی حفاظت کے لیے امام احمد رضا نے "انصار الاسلام" کے نام سے ایک جماعت بھی قائم کی۔

مزید تفصیلات کے لیے ملاحظہ فرمائیں۔

(ا) تدبیر فلاح و نجات و اصلاح از امام احمد رضا مطبوعہ کلکتہ ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳

(ب) اخبار دبدبۂ سکندری رامپور، ماہنامہ السواد الاعظم مراد آباد کے پرانے فائل

(ج) دواہم فتوے از امام احمد رضا، مولوی اشرف علی تھانوی مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء

(د) حیات صدر الافاضل از مفتی غلام معین الدین نعیمی مطبوعہ لاہور

(ہ) اعلیٰحضرت بریلوی کی سیاسی بصیرت از سید نور محمد قادری مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء

(و) ماہنامہ المیزان بمبئی (امام احمد رضا نمبر) مارچ ۱۹۷۶ء

(ز) برکات مارہرہ و مہانان بدایوں از شاہ اولاد رسول محمد میاں مطبوعہ بریلی ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۲ء

بحمدہ تعالیٰ

یہ نافع عجالہ مختصر رسالہ جسمین روشن بیان واضح تبیان کہ خلافت اسلامیہ میں شرط قرشیت اجماعِ سلف وخلف ومذہب اہلسنت ہے اوس کا اسقاط خوارج وروافض وغیرہم اہل بدعت کا مت اور اونکی سنت ہے سلطنت اسلامیہ ومقامات مقدسہ کی حمایت وحفاظت کی بابت علمائے اہلسنت کی مفید شرعی تدابیر اور قولاً وعملاً ارشاد وہدایت کفر وارتداد کی آندھیون مین خود ثابت قدم رہنا اور مسلمانون کے ایمان بچانا۔ زندقہ والحاد کی گھنگھور گھٹاؤن مین گم گشتگانِ بادیۂ ضلالت پس روانِ ہنود کو شاہراہ اسلام وصراط مستقیم سنت پر لانیوالی مشعلِ نورِ شریعت دکھانا۔ اہم ترین نفس اسلام کی خدمت وغیرہا مساعی جمیلہ علمائے کرام اہلسنت کا اجمالی تذکرہ اور پس روان گاندھی کی مذہب سے آزادی وبقیدی پر سرسری تبصرہ

مسمے بنام تاریخی

برکاتِ مارہرہ دمہمانانِ بدایون

۱۳۴۰ھ

یعنی والا حضرت بالا منزلت حامیِ سنت ماحیِ بدعت حضرت مولانا مولوی حافظ سید شاہ اولاد رسول محمد میان صاحب قادری برکاتی مارہری شاہزادۂ خاندان برکات ادامہ اللہ تعالیٰ بالفضائل والحسنات اور مولوی حبیب الرحمٰن بدایونی کے درمیان عرس نوری رجب ۱۳۴۰ھ کے موقع پر مارہرۂ مطہرہ مین جو مکالمہ ہوا اوسکی مفصل روداد مرتبۂ حضرت موصوف دامت برکاتہم جماعت مبارکہ رضائے مصطفےٰ علیہ الصلاۃ والثنا نے اپنے صرف سے

مطبع حسنی بریلی مین چھپواکر شائع کیا

بار اول ۱۰۰۰ محصول ڈاک ۲/ قیمت فی جلد ۱/

سرورق: "برکاتِ مارہرہ دمہمانانِ بدایون" مرتبہ اولاد رسول محمد میاں مطبوعہ بریلی ۱۹۲۲ء

ثانیاً : ترکِ موالات سے متعلق مولانا امام احمد رضا کے فتاویٰ اس سے پہلے شائع ہو کر شہرت پا چکے تھے۔ اسی دور کے ایک تازہ استفتاء کے جواب میں آپ نے ۱۴ صفر ۱۳۳۹ھ / ۲۷ اکتوبر ۱۹۲۰ء کو کفار و مشرکین کے ساتھ موالات و معاملت کے بارے میں تمام جزئیات پر مشتمل ایک فتویٰ لکھا۔ اس کے تھوڑا عرصہ بعد ۳۰ جمادی الآخرہ ۱۳۳۹ھ / ۱۰ مارچ ۱۹۲۱ء کو سو صفحات پر مشتمل ایک مبسوط فتویٰ بنام "**المحجۃ المؤتمنہ فی آیۃ الممتحنہ**" منظرِ عام پر آیا جس میں کفار و مشرکین محاربین کے ساتھ موالات، معاملت، برّ و اقساط وغیرہ امور کی شرح و بسط کے ساتھ تفصیل لکھی۔ یہی وہ رسالہ ہے جس میں امام احمد رضا قدس سرہٗ نے قرآن و حدیث اور ماضی کی روایات کی روشنی میں واضح طور پر بیان کیا کہ مسلم ہندو اتحاد ناجائز اور نقصان دہ ہے۔ سیاسی، معاشرتی، معاشی اور تمدنی طور پر ہندوؤں کے ساتھ رابطہ قومی تشخص کے زوال کا باعث بنتا ہے۔ انہی خیالات کی روشنی میں بعد میں اکابرِ ملت نے دو قومی نظریہ کا تصور پیش کیا۔

"المحجۃ المؤتمنہ" کی تالیف اور اشاعت اُن کی زندگی کے آخری ایام میں ہوئی، عمر کے آخری حصہ کی علالت و نقاہت اور سابقہ واضح ہدایات کے پیشِ نظر

---

[۱] ہندو کیا ہے؟ سمجھنے کے لیے یہ رسالہ حرفِ آخر کی حیثیت رکھتا ہے۔ مولانا حسنین رضا خاں نے ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء کے تاریخی نام سے مطبع حسنی، بریلی سے چھپوا کر اس کو شائع کیا۔ یہ پورا رسالہ مشہور مؤرخ رئیس احمد جعفری ندوی نے اپنی کتاب "اوراقِ گم گشتہ" (مطبوعہ لاہور ۱۹۶۸ء) میں شامل کر دیا ہے جو بڑے سائز کے ۸۰ صفحات (۲۲۵ تا ۳۰۵) پر پھیلا ہوا ہے۔

نوٹ: مذکورہ تاریخی رسالہ اب لاہور سے بھی شائع ہو گیا ہے۔

(روزنامہ نوائے وقت، لاہور ۱۹۷۹ء، ص ۱۱، ۲۰ ستمبر ۱۹۷۹ء)

کسی نئے بیان کی ضرورت نہیں تھی، تاہم امام احمد رضا قدس سرہ نے اہل سنت کے شاندار جلسہ منعقدہ ۱۱ر جمادی الآخرہ ۱۳۳۹ھ، ۲۰ر فروری ۱۹۲۱ء بمقام بریلی ایک پیغام بھیجا۔ بوجہ علالت جلسہ میں بذات خود تشریف نہ لا سکے، آپ کا پیغام جلسۂ عام میں پڑھ کر سنایا گیا۔

اس پیغام کو آپ بھی پڑھ لیں :۔

اعلیٰحضرت امام اہل سنت مجدد دین و ملت مولٰنا شاہ محمد احمد رضا خان صاحب دام ظلہم الاقدس کا مبارک فرمان واجب الاذعان جو

شاندار جلسہ اہل سنت و جماعت واقعہ بریلی مسجد بی بی جی میں ۱۱ر جمادی الآخرہ ۳۹ھ روز یکشنبہ کو ہزاروں مسلمانوں کے مجمع میں پڑھا گیا

حضرات اہل سنت و جماعت السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ فقیر بوجہ علالت حاضر نہ ہو سکا میری تین تحریریں کہ شائع ہو چکی ہیں اور اونمیں سے دو کی اشاعت کو آٹھ آٹھ برس ہو چکے حاضر کیجاتی ہیں وہ آپ حضرات کے سامنے پڑھی جائینگی اونکو بنظر غور استماع فرمایئے وہی میری رائے کی ترجمان ہیں ہیں حضرات مقررین سے بھی درخواست کرتا ہوں کہ اونکے تمام بیان میری انھیں تحریرات کے دائرے میں رہیں اگر اونھیں اس کا لحاظ رہا بہتر ورنہ ان تحریروں کی مخالف جو کچھ وہ فرمائیں وہ اونکی ذاتی رائے ہوگی نہ فقیر کی آواز نہیں یہیں اعلان کیساتھ کہہ چکا اور کہتا ہوں کہ سلطنت اسلامیہ سلطنت بلکہ ہر جماعت اسلام نہ جماعت بلکہ ہر فرد اسلام کی خیر خواہی ہر مسلمان پر فرض ہے کونسا مسلمان ہوگا کہ اماکن مقدسہ کی حفاظت نہ چاہیگا۔ مگر دو باتوں کا لحاظ لازم ہے اور اونکا ترک عقل و نقل دونوں سے خروج۔ اول یہ کہ ہر فرض ہمیشہ بقدر قدرت و مشروط باستطاعت ہے، قرآن عظیم جا بجا شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ وسعت سے زائد کسیکو حکم نہیں دیتا۔ ایسی تحریکیں کہ قدرت سے باہر ہیں اور اونکا نتیجہ بیان کے مسلمانوں کی تباہی ہے اسلام یا مسلمین کی خیر خواہی نہیں صریح بدخواہی ہے دوم اسلام کی تائید کسی اللہ و قرآن و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بیٹھے دیکر نہیں ہو سکتی مشرکین سے اتحاد انسے معاہ

اونسے استعانت واستمداد اونسے موافقت انقیاد جسکی ہوا بھی ہے قطعی حرام و بیخکنی اسلام ہے اور اوسکے سبب جن کا
سخت آفت وہابیہ دیوبندیہ کی مداخلت ہے اونھون نے جوش بیجا دیکھکر موقع پایا آمین (مطلب کی) شریک عمل لیے
کل تک جو اونکو کافر یا بددین جانتے تھے اونسے ملکر متحد ہو گئے اونکی کمیٹیین اونکی صدارتین اونکی تعظیمین ہونے
لگیں۔ انہیں سلطنت اسلامی یا اماکن مقدسہ کو فائدہ پہنچا تو معلوم نہ وہابیہ کو اس سے غرض۔ وہ تمام
اہل سنت کو مشرک جانتے ہیں۔ سلطان اور عام ترکون کو کیا مسلمان جانینگے۔ وہ اماکن مقدسہ کو
کشتان سمجھتے ہین کیا اونکی حفاظت چاہینگے یہ سب زعم باطل ہے۔ ہان وہابیت کے پنجے جمتے جاتے
ہین اور دین کی سخت بربادی ہے۔ آنکھ کھولو اور دوست و دشمن کی تمیز کرو۔ دنیوی معاملت مطابق احکام
شریعت ہر کافر غیر مرتد سے جائز ہے اور موالات مطلقاً کسی سے جائز نہین یہان اوسکا عکس ہو رہا ہے۔ آٹھ
برس ہوئے جب اس جنگ کا نام و گمان بھی نہ تھا فقیر نے فلاح مسلمین کی چار تدبیرین شایع کی تھین امید
کہ اونپر غور فرماکر اونکے اجرا مین سعی کرین وباللہ التوفیق والسلام۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ ۱۱ جمادی الآخرہ ۱۳۳۹ھ

رسالہ " دوامغ الحمیر " صفحہ ۲۶ تا ۲۷

ان تاریخی شہادتوں کی موجودگی میں کون کہہ سکتا ہے کہ صیانت سلطنت اسلامیہ، تحفظ مقامات مقدسہ اور مشرکین و کفار محاربین کے ساتھ موالات وغیرہ امور فریقین میں محل نزاع تھے۔ درحقیقت یہ طے شدہ امور کسی طرح کی بحث کی صلاحیت نہ رکھتے تھے، ایسے غیر متنازعہ امور کو زیر بحث لانا تحصیل حاصل کے ساتھ حالات سے کمال بے علمی یا فریب دہی تھی۔

ثالثاً: جمعیت العلماء کی طرف سے اعلان مناظرہ کے چیلنج کو جماعت رضائے مُصطفےٰ، بریلی کے صدر مولانا محمد امجد علی رضوی کے ستر سوالات (بنام اتمام حجت تامہ) کی اشاعت نے قبول مناظرہ کا درجہ دے دیا۔ جمعیت کے مزید اصرار پر جماعت رضائے مصطفےٰ کا ایک چار رکنی وفد نامزد کر دیا گیا، اس پر پروفیسر سید سلیمان اشرف کے دستخط نے مزید تقویت پہنچائی۔ گویا موضوع مناظرہ:

مولانا محمد امجد علی رضوی کے ستر سوالات (بنام اتمام حجت تامہ) ہیں۔

اور طالبان مناظرہ:

جماعت رضائے مُصطفےٰ بریلی کا ایک نامزد وفد ہے۔

اس وفد کے ساتھ۔ جمعیت العلماء ہند کے اکابر کی زبانی گفتگو بھی ہو چکی اور تحریری بیانات کا تبادلہ بھی ہو چکا تھا، مگر ابوالکلام آزاد کا دیگر اکابر جمعیت العلماء کی طرح مناظرہ سے کمال فرار تھا کہ موضوع مناظرہ "اتمام حجت تامہ" کو کو ہاتھ نہ لگایا۔ اور نہ ہی جماعت رضائے مُصطفےٰ کی تحریروں اور مطبوعہ اشتہارات کا جواب دیا جب کہ طالبان مناظرہ وہ تھے۔ ابوالکلام آزاد کا مناظرہ سے فرار کا یہ کمال حیلہ تھا کہ امام احمد رضا فاضل بریلوی کو طلب مناظرہ کے لیے خط لکھا۔ درآں حالیکہ مناظرہ میں نہ وہ سائل ہیں اور نہ طالب مناظرہ اور صورت حال یہ ہے کہ فاضل بریلوی قدس سرہ بستر علالت پر تھے، اس مناظرہ کے چھ ماہ بعد ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ / ۲۸ راکتوبر

۱۹۲۱ء کو آپ نے دارِ آخرت کی طرف سفر فرمایا۔ اس علالت و نقاہت کے عالم میں فاضل بریلوی کو مناظرہ کے لیے دعوت دینا کس معنی میں ہے ———— ؟

وقت تیزی سے گزر رہا تھا اور ادھر جمعیت العلماء ہند اپنی ہی اُٹھائی ہوئی شورش کے باوجود شرعی مسائل میں تصفیہ کے لیے تیار نہ تھے۔ عوام الناس بے چین تھے کہ اُن کے سامنے دوسری طرف کانگرس کی حمایت، اور متحدہ قومیت کے لیے اسلامی شعار کو قربان کرنے والے بھی بعض افرادِ مولوی نما تھے، ان نازک حالات میں مدرسہ اہلِ سُنّت وجماعت بریلی کے مدرسین اور جماعت رضائے مُصطفٰے کے اراکین نے مُسلمانوں کی مذہبی و سیاسی راہنمائی اور مُسلمانوں کو ہندو قومیت میں مدغم کرنے والوں کی ناپاک کوششوں سے آگاہ کرنے کے لیے طویل مضمون کا ایک اشتہار ۱۳ رجب ۱۳۳۹ھ / ۲۳ مارچ ۱۹۲۱ء کو شائع فرمایا۔ اشتہار کا عنوان تھا:
"مُسلمانو! تمہارے پیارے نبی علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کی پیاری آواز"
اس اشتہار میں ہندو مسلم اتحاد کے مویدین حضرات اور گاندھی کے پس رو لیڈران کی غیر اسلامی اور مُسلم قومیت کو فنا کر دینے والی حرکات کو بڑی تفصیل سے گنوایا۔ آج ساٹھ سال بعد کانگرسی مسلم اکابر کی ان حرکات کو دیکھتے ہیں تو مارے شرم کے گردن جھک جاتی ہے کہ شیخ الہند، شیخ الاسلام اور امام الہند قبیل کے کانگرسی اکابر دعوئ علم و فضل کے باوجود کس طرح مُسلمانوں کو ہندوؤں کے ناپاک ارادوں پر قربان کر رہے تھے۔ آج ان کے اسمائے گرامی دُہراتے ہوئے غیرت محسوس ہوتی ہے اور ان کا ذکر کرنا تہذیب اور رواداری کے خلاف سمجھا جاتا ہے۔ تاہم تاریخ عقیدہ نہیں جو اپنے پرائے کی تمیز کیے بغیر اپنا فیصلہ صادر کرتی ہے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ماضی کے واقعات کی تصدیق یا تردید ہوتی رہتی ہے۔

اشتہار کی عبارت اگرچہ طویل ہے مگر تاریخی طور پہ اس کا ایک ایک حرف قابل توجہ ہے، اس لیے ذیل میں اس کا عکس دے دیا گیا ہے۔

مسلمانو تمھارے پیارے نبی علیہ افضل الصلاۃ والسلام کی پیاری آواز

صحیح مسلم شریف میں ہے حضور اقدس فرماتے ہیں یکون فی آخر الزمان دجالون کذابون یاتونکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم ولا اٰباؤکم فایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم آخر زمانے میں کچھ لوگ حق ہیں باطل کے بڑے ملانیوالے سخت جھوٹے تمھارے پاس وہ باتیں لائینگے جو تم نے سنی ہونگی نہ تمھارے باپ دادے نے تو اونسے دور بھاگو اور اوھنیں اپنے سے دور کرو کہیں وہ تمھیں گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تمھیں فتنے میں نہ ڈالدیں مسلمانو یہ تمھارے پیارے نبی علیہ افضل الصلاۃ والسلام کا ارشاد ہے جو فرماتے ہیں خالص تمھاری خیر خواہی کے لیے فرماتے ہیں۔ اب یہ دیکھلو کہ تیرہ سو برس سے کبھی تمھارے باپ دادا نے یہ سنا تھا کہ مسلمان کہلانے والے مشرکوں سے خلوص اخلاص اتحاد سنائیں۔ قرآن فرمائے کہ وہ تمھاری بدخواہی میں گئی نہ کرینگے۔ یہ اونھیں خیر خواہ بتائیں۔ مشرکوں کے حلیف بنیں۔ امردینی میں اونکی مدد مانگیں اونکا دامن تھامیں اونپر اعتماد کریں۔ اونکے پاس عزت ڈھونڈھیں۔ اونکے میل سے غلبہ تلاش کریں اونسے دوستانہ اتفاق کا معاہدہ کریں۔ معاملہ دین میں اونکو اپنا رہنما بنائیں خود اونکے پس رو بنیں اونکی اطاعت کریں۔ جو وہ کہیں وہی مانیں۔ قرآن و حدیث کی تمام عمر بہت پست پھینک کر مشرکین کی خالص خوشنودی کیلیے شعار اسلام بند کریں۔ اپنے مذہبی شعار پر مسلمانوں کے اصرار کو انگریزوں کی خوشی کے لیے ٹھہرائیں۔ اونکی قربانی حرام۔ اور اوسکا گوشت مردار۔ اور اس قول پر قائم رہنے والوں کو کافر ٹھہرائیں۔ مشرکوں کو مسجدوں میں لیجا کر مسلمانوں کا واعظ بنائیں۔ مسلمانوں سے اونچا کھڑا کرکے مسند نبوی پر بٹھائیں۔ مشرکوں کیلیے عزت مانیں۔ اونکی عظمت کریں۔ شرک کی مدح میں کمال

واطوار دکھائین۔ اوسے مسلمانون کو فرض دینی کا سبق پڑھانے والا مدبر بتائین۔ اوسے مذکر مبعوث من اللہ بین کہ اللہ نے انکو تمھارے لیے مذکر بناکر بھیجا ہے پھر ان کھلے ضلالون حرامونکے حلال کرنے کو آیتون حدیثونمین تحریفین کرین۔ قرآن وحدیث کے ارشاد کا پلٹ کردین۔ مشرکون کی رضامندی کو خدا کی رضا مانین۔ ایسا نیا مذہب نکالنا چاہین کہ مسلم وکافر کا امتیاز اوٹھا دے۔ سنگم و پریاگ (معابد مشرکین) کو مقدس علامت ٹھہرا دے۔ مسلمان بننے والے گنگا جمنا کی زمین کو مقدس زمین کہین۔ اوسپر ترک بھی چڑھکر آئین تو اونپر بھی تلوار اوٹھانے کا عزم رکھین یہ ترکون کی خیرخواہی ہے۔ مشرکونکے بھائی بننے کو نیک کام بتاکر بارگاہ الٰہی مین پیش کرین۔ مشرکون سے ماتھے پر قشقے لگوائین۔ مشرک کی ٹکٹی کندھون پر اوٹھائین۔ اوسکے ماتم کو ننگے پاؤن ننگے سر جمع ہوکر اوسکے لیے دعاے مغفرت کرین۔ مساجد کو اوسکا ماتم گاہ بنائین۔ مشرک کی جے مسلمان پکارین۔ واحد قہار کو رام کہین یعنی ہر چیز مین رما ہوا ہر شے مین سرایت کیے ہوا اور اونکے مفتی اسے جائز بتائین۔ جن ظالم مشرکون نے صرف قربانی بند کرنیکے لیے مسلمانون کو قتل کیا اور مٹی کا تیل ڈالکر جلایا مسجدین ڈھائین قرآن پھاڑے۔ صدہا گانون لوٹ لیے اونکی رہائی کے ریزولیوشن پاس کرین۔ رام لچھمن پر پھول چڑھائین۔ قرآن مجید اور رامائن کو ایک ڈولی مین رکھکر مندر مین لیجائین اوکی پوجا کرائین وغیرہ وغیرہ شیطنت کثیرہ۔ خدا کو ایک جانکر کہنا کبھی تیرہ سو برس سے یہ باتین سُنی تھین۔ یقیناً یہ وہی ہین جنکو تمھارے پیارے نبی علیہ افضل الصلاۃ والسلام فرماتے ہین اونسے دور بھاگو اور اونھین اپنے سے دُور کرو۔ کہین وہ تم کو گمراہ نکردین کہین وہ تم کو فتنے مین نہ ڈالدین دیکھو تمھارے نبی کا یہ ارشاد ہے اور تمھارا رب عزوجل فرماتا ہے لاتقعدوا معھم انکم اذا مثلھم اونکے پاس نہ بیٹھو ورنہ تم بھی اونھین جیسے ہو۔ پارٹی والے ہم غریب مسلمانون کو انگریزون کا طرفدار کہہ سکتے تھے اگر ہم اپنی طرف سے کچھ کہتے ہم تو اللہ ورسول کے ارشاد سُناتے ہین کیا اللہ ورسول بھی اونکے نزدیک انگریزون کے طرفدار ہین مسلمانو للہ اپنے رب کا ارشاد اور اپنے نبی کی آواز سُنو۔ ہم جانتے ہین کہ تم مین اکثر وہ ہوتے ہین کہ بطور تماشا اونکے جلسے مین جاتے ہین مسلمانو یہ بھی تمھارے نبی علیہ افضل الصلاۃ والسلام نے حرام بتایا اور صاف ارشاد فرمایا ہے کہ من کثر سواد قوم فھو منھم جو کسی قوم کی جماعت بڑھائے وہ اونھین مین سے ہے پھر وہان اللہ ورسول کو سخت گالیان دینے والون وہابیون دیوبندیونکا عمل دخل ہے تم گوارا کروگے کہ اونکے جتھے مین شریک ہوکر اونکے نیچے بیٹھکر اللہ ورسول کو ایذا دو۔

مسلمانو۔ تمھارا رب سب کچھ جانتا ہے تمھارے نفع نقصان کی سب باتین بتادی ہین ایسون کو چندہ دینے کیلیے فرماتا ہے فسینفقونہا ثم تکون علیھم حسرۃ ثم یغلبون یہ خرچ کرینگے پھر قیامت مین یانکے لیے پچھتانا ہوگا کہ ہائے مال بھی دیا اور خدا کا غضب بھی سر لیا پھر مغلوب کر کے اپنے ٹھکانے پہنچائے جائینگے مسلمانو ہمنے اللہ و رسول کے احکام سُنادیے جو ماننے اوسکے لیے دین دنیا کا بھلا ہے ورنہ ہم اپنا فرض ادا کرچکے نہ ماننے والون کو قیامت مین یہ عذر نہ رہا کہ ہمین معلوم نہ تھا اے میرے رب ہدایت فرما آمین ۔

مدرسین مدرسۂ اہل سُنت وجماعت وارا کین جماعت

رضائے مصطفےٰ (علیہ افضل الصلاۃ والثنا)

۱۳ رجب مرجب ۳۹ھ

رسالہ "دوامغ الحمیر" صفحہ ۵۷ تا ۵۹

جمعیت العلماء ہند کے اکابر اپنی غیر اسلامی اور سیاسی طور پر مسلمانوں کے لیے نقصان دہ حرکات کو چھپائے رکھنا چاہتے تھے۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ "ہماری ترکات کی حقیقت عوام پر واضح ہو۔" وہ جماعت رضائے مصطفےٰ کے مطالبہ تحقیق حق کا کوئی جواب نہ دے رہے تھے۔ اس کے باوجود اراکین جماعت نے اپنی کوششوں کو منطقی عروج تک پہنچانے کے لیے غیر متزلزل رکھا۔ جماعت رضائے مصطفےٰ کے نامزد وفد نے ابوالکلام کو جلسہ میں حاضر ہو کر اپنا موقف بیان کرنے کے لیے وقت کے مطالبہ کا ایک اور خط لکھا ـــــ اور اس کے ساتھ ہی پروفیسر سید سلیمان اشرف نے مولانا عبدالماجد بدایونی اور مولوی عبدالودود صاحب کو ذاتی طور پر اپنے نام سے ایک خط لکھا، ابوالکلام آزاد خط کا جواب کس طرح دیتے؟ البتہ مولوی عبدالودود ناظم استقبالیہ جمعیت کی طرف سے یہ مایوس کن جواب آیا کہ:

"ہر کس و ناکس سے نزاع و مخاصمہ کرنا خدام ملت کے نزدیک بے نتیجہ اور بے سود ہے۔" [1]

اس پر سید سلیمان اشرف نے ۱۴ رجب/ ۴ مارچ کی صبح کو اس خط کا جواب یہ بھیجا:

"جلسہ جمعیت العلماء منعقدہ بریلی کا رقعۂ دعوت فقیر کے پاس بھیجا۔ فقیر نے شرکت سے قبل امر مابہ النزاع کا تصفیہ چاہا۔ آنجناب اس بے بضاعت کو "ناکس" قرار دے کر گفتگو سے اعراض فرماتے ہیں امام اہل سنت مجدد مأتہ حاضرہ سے طالب مناظرہ ہوتے

---

[1] روداد مناظرہ مرتبہ اراکین جماعت رضائے مصطفےٰ مطبوعہ بریلی، ص ۳

ہیں۔ انصاف شرط ہے کہ رقعۂ دعوت فقیر کے پاس بلاواسطہ بھیجا جائے اور گفت گو کی جب نوبت آئے تو اسے "کس و ناکس" کہا جائے۔ اُس کے احقاق حق کو نزاع و مخاصمہ قرار دیا جائے، کیا یہی شیوۂ خدام ملت ہے آخر میں نہایت ادب سے گزارش ہے کہ براہ کرم قبل نماز جمعہ فقیر کو اپنے جلسے میں بحیثیت سائل حاضر ہونے کی اجازت عطا فرمائیں"۔[1]

پروفیسر سید سلیمان اشرف کے جواب میں ابوالکلام آزاد نے وہی راہ فرار اختیار کی جو اس سے پہلے امام احمد رضا قدس سرہ کے نام لکھے گئے خط میں اختیار کی تھی۔ یعنی امور غیر متنازعہ فیہ کا محل بحث قرار دینا اور امور متنازعہ فیہ اور منشاء اختلاف سے یہ کہہ کر قطعاً انکار کر دیا کہ:۔

"ان امور (غیر متنازعہ) کے علاوہ فی الحال دوسرے مباحث سے اس مناظرہ کو کچھ علاقہ نہ ہوگا۔"[2]

یہ ٹال مٹول اور حیلے حوالے دیکھ کر صاف کھل گیا کہ جمعیت العلماء ہند کے ارباب اقتدار اپنے اور کارکنان خلافت کمیٹی کے غیر محتاط رویہ بلکہ غیر اسلامی حرکات کے باعث مناظرہ سے عاجز ہیں، صرف بلند بانگ دعووں اور سخن سازی میں وقت گزار رہے ہیں۔

جماعت رضائے مصطفےٰ کے خطوط میں وہی لمبی خاموشی اور سید سلیمان اشرف کے خط میں غیر متعلق بلکہ مایوس کن جواب کے باوجود جماعت رضائے مصطفےٰ نے چھٹی بار ایک اور خط میں تعین وقت و مقام کا تقاضا کیا لیکن نتیجہ بے سود۔ ادھر طلب مناظرہ

---

[1] ایضاً، ص ۳ ـ ۴

[2] ایضاً، ص ۴

کے جواب میں طویل خاموشی اور ادھر غیر اسلامی اور سیاسی طور پر ملت اسلامیہ کیلئے نقصان دہ اقوال وحرکات کی موجودگی میں جمعیت العلماء ہند کے اجلاس کی کارروائی

—— ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جمعیت العلماء ہند اپنے اجلاس کے اختتام پر یہ کہہ کر ساری ذمہ داری علمائے اہل سنت پر ڈال دیں گے کہ " انھوں نے اختلاف کو ختم کرنے کا ایک نادر موقعہ ضائع کر دیا ہے، ہم تو ان کے گھر اختلاف ختم کرنے آئے تھے"۔

اس صورت حال کے پیش نظر خدام آستانہ عالیہ رضویہ اراکین جماعت رضائے مصطفےٰ اور مدرسہ اہل سنت وجماعت کے فاضل مدرسین ملی وقومی مسائل کے حل، علماء کے درمیان مذہبی وسیاسی امور متنازعہ فیہ کے تصفیہ اور اسلامیان ہند کے لیے موجود درپیش مسائل، اور آئندہ کے لیے متفقہ لائحہ عمل مرتب کرنے کی خاطر جمعیت العلماء کے پنڈال میں بڑی شان وشوکت سے پہنچے، ہزاروں کی تعداد میں مسلمان ان کے ساتھ تھے۔ مجمع کے آگے نعت خوان، نعت شریف پڑھتے جا رہے تھے اور مسلمان نعرہ ہائے تکبیر ورسالت بلند کرتے نہایت وقار وتحمل سے جلسہ گاہ میں پہنچے۔ مولانا پروفیسر سید سلیمان اشرف کو تو باقاعدہ دعوت شرکت مل چکی تھی۔ اراکین جماعت رضائے مصطفےٰ اپنے سابقہ تقاضوں اور خطوط کی بناء پر اور سید سلیمان اشرف اپنے باقاعدہ دعوتی پیغام کی بناء پر مجمع میں تشریف لائے۔ حقیقتاً اراکین جماعت رضائے مصطفےٰ کی طرف سے یہ ساتواں شدید تقاضا تھا، جب یہ حضرات سراپا مطالبہ مناظرہ بن کر جلسہ گاہ میں پہنچے تو منتظمین جلسہ علماء اہل سنت کو نہایت احترام واحتشام سے سٹیج پر بٹھانے پر مجبور ہو گئے۔ اُس وقت مولوی احمد سعید دہلوی تقریر کر رہے تھے۔ مولوی احمد سعید دہلوی نے اپنی تقریر میں بڑی کوشش کی کہ مجمع کو اپنے موافق جوش دلایا جائے، اس پر انہوں نے اپنی پوری قوت صرف کر دی۔ لیکن اب جلسہ گاہ میں صورت حال بدل چکی تھی، مجمع بار بار تقاضا کر رہا تھا کہ ہمیں علماء اہل سنت کے

خیالات سے مستفیض ہونے کا موقع فراہم کیا جائے۔ صدر جلسہ ابو الکلام آزاد نے جب حالات کا جائزہ لیا، علماء اہل سنت، وفد جماعت رضائے مصطفیٰ، خدام آستانہ عالیہ رضویہ اور راسخ الاعتقاد سُنّی عوام کو ہزاروں کی تعداد میں جلسہ گاہ میں موجود پایا تو اب اُسے مناظرہ سے بچنا ناممکن نظر آیا۔ بایں ہمہ طالبان مناظرہ — وفد جماعت رضائے مصطفیٰ کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف مولانا پروفیسر سید سلیمان اشرف کو تقریر کے لیے پینتیس (۳۵) منٹ کا وقت دیا (وہ بھی اس لیے کہ ان کے نام جمعیت العلماء ہند کے اجلاس میں تقریر کا دعوتی پیغام بھیج چکے تھے، انہیں وقت دینے کے سوا چارہ نہ تھا) مولانا سید سلیمان اشرف نے موقع سے فائدہ اٹھایا! انہیں جماعت رضائے مصطفیٰ کی طرف سے مناظر اور رسائل کے فرائض سرانجام دینے پڑے۔ مولانا نے اپنی تقریر میں درپیش مسائل حاضرہ، تحفظ سلطنت اسلامیہ، صیانت مقامات مقدسہ اور ترک موالات وغیرہ امور میں سے نہایت صراحت و وضاحت کے ساتھ مابہ الاتفاق اور مابہ الاختلاف کو بیان فرمایا۔

مولانا سید سلیمان اشرف کی تقریر کی جزئیات پر بحث کرنے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا انداز بیان پیش کیا جائے تاکہ آپ کی تقریر کی تاثیر اور جامعیت کھل کر سامنے آجائے۔ مولانا سید سلیمان اشرف کے مخالف مناظر اور ابو الکلام کے خصوصی معتمد مولوی عبدالرزاق ملیح آبادی تعصب اور شدید اختلاف کے باوجود عینی شاہد کے طور پر لکھتے ہیں:۔

> رضاخانی جماعت (امام احمد رضا کے خدام اور جماعت رضائے مصطفیٰ کے وفد) کے ترجمان اور خطیب، مولانا سلیمان اشرف تھے اور اس میں شک نہیں بڑے فصیح و بلیغ مقرر تھے، موصوف کی تقریر نے جو بہت لمبی تھی، کانفرنس کو ہلا ڈالا اور ایسا معلوم ہونے لگا کہ اب

اور کچھ کہنا ممکن نہیں۔" [1]

الفضل ما شہدت بہ الاعداء

ایک اور عینی شاہد کا بیان ملاحظہ ہو:

"مولانا سید سلیمان اشرف کی تقریر سے پہلے مجمع میں جمعیت کے لیڈروں کی طرف سے جوش پیدا کر دیا گیا تھا، لیکن مولانا سید شاہ سلیمان اشرف صاحب نے اس خوبی سے تقریر فرمائی کہ اپنے اعتراضات بھی پیش کر دیئے اور اُن (جمعیت العلماء کے اکابر) کی غلطیاں بھی دکھلائیں، اور مجمع میں کوئی بے چینی بھی پیدا نہ ہوئی، بلکہ مجمع قبول کے کانوں سے حضرت مولانا کی تقریر سنتا رہا، بار بار اللہ اکبر کے نعرے اور تحسین و آفرین کی صدائیں سننے میں آ رہی تھیں۔" [2]

پروفیسر سید سلیمان اشرف نے جن مسائل پر اظہار خیال فرمایا وہ یہ ہیں:

۱۔ ہندوؤں کی رضامندی کے لیے ذبیحہ گاؤ پر پابندی کا مطالبہ کیوں؟

۲۔ گاندھی کے زیر اثر اکابر جمعیت العلماء ہند اور خلافتی لیڈروں کا شعار اسلام ترک کرنا۔

۳۔ کانگریس کی خوشنودی کے لیے شعائر کفر میں مبتلا ہونا۔

۴۔ تمام کفار سے موالات کا ناجائز و ممنوع ہونا عام ازیں کہ وہ نصاریٰ ہوں یا ہنود

۵۔ سلطنت کی خاطر مذہب کو قربان نہ کرنا۔

مولانا کی تقریر "روداد مناظرہ" میں چھپ چکی ہے۔ یہاں ہم مولانا کی تقریر

---

[1] ہفت روزہ چٹان لاہور، جلد ۱۴، شمارہ ۱۰، مورخہ ۶ مارچ ۱۹۷۱ء ص ۱۵

[2] ماہنامہ السواد الاعظم، مراد آباد، جلد ۲، شمارہ ۵، ۱۳۳۹ھ بحوالہ حیات صدر الافاضل، ص ۱۲۶-۱۲۹

کے چند اقتباسات پیش کرتے ہیں۔

"حضرات! فقیر کی حاضری کی غایت اور خطاب کا مقصد صرف اس قدر ہے کہ نہایت وضاحت اور صراحت سے امر ما بہ الاتفاق اور ما بہ الاختلاف کو آپ حضرات کے سامنے پیش کر دوں۔

مسئلہ خلافت وتحفّظ وصیانت اماکن مقدسہ اور ترک موالات یہ وہ مسائل ہیں جن میں نہ صرف یہ فقیر بلکہ تمام علمائے کرام نہیں بلکہ تمام عامہ مسلمین ہمیشہ متفق اللسان ہیں۔" [۱]

"سلطنت ترکی ہماری دینی بھائی اُس پر اسلامی سلطنت اُس پر اسلام کی قوت دفاعی پھر حرمین شریفین کی خادم و محافظ، بس اُن کی اعانت اور نصرت نہ صرف مسلمانانِ ہند بلکہ تمام مسلمانانِ عالم پر بقدر استطاعت فرض ہے۔" [۲]

"میرا و نیز دیگر علمائے اہل سنت وجماعت کا آپ سے اختلاف اس مسئلہ (حرمین شریفین کی محافظ سلطنت اسلامیہ ترکی کی اعانت و نصرت) میں ہرگز نہیں۔ ہاں اختلاف اس میں ہے کہ ہندوؤں سے موالات برتتے ہیں اور مسلمانوں کو حرام وکفریات کا مرتکب بناتے ہیں"۔ [۳]

"آپ حضرات نے بر و اقساط کو موالات کا مرادف قرار دیتے ہوئے بے شمار اقوال وافعال کفر وحرام کا ارتکاب کیا اور مسلمانوں کو اُسے عین تعمیل حکم الٰہی بتایا، تفصیل اس کی اس آدھ گھنٹے میں ناممکن۔ تعداد اُن کی تقریباً ساٹھ" [۴]

۱-۳ روداد مناظرہ، ص ۴، ۵ [۴] ایضاً، ص ۴

"آپ نے قشقہ لگایا۔ گاندھی کی جے ایک دو جگہ، ایک دو بار نہیں بلکہ بیسیوں جگہ بیسیوں بار پکاری کہ مہاتما گاندھی کی جے، جس طرح صلیب علامت تثلیث ہے کیا قشقہ علامت شرک نہیں ؟ ـــــ آپ ہمارے سامنے سمرنا وغیرہ کے مظالم بیان کر کے ہمارے جذبات ابھارتے ہیں مگر کیا ہندوؤں نے آرہ، شاہ آباد، کٹار پور وغیرہ میں قربانی بند کرنے کے لیے ایسے ہی مظالم نہیں کئے، قرآن مجید نہیں پھاڑے عورتوں کی بے حرمتی نہیں کی، مسلمانوں کی جانیں نہیں لیں، مسجدوں میں بے ادبیاں نہیں کیں۔" [1]

"غرض مقامات مقدسہ وخلافت اسلامیہ کے مسائل میں ہمیں خلاف نہیں۔ ہندوستان کے مفاد کی کوشش کیجئے، اس سے ہمیں خلاف نہیں۔ خلاف اُن حرکات سے ہے جو آپ لوگ منافی ومخالف دین کر رہے ہیں ان حرکات کو دُور کر دیجئے، ان سے باز آیئے ان کی روک تمام کیجئے عوام کو ان سے باز رکھیے تو خلافت اسلامیہ وممالک مقدسہ کی حفاظت، ہندوستان کی ملکی مفاد کی کوششیں ہم بھی آپ کے ساتھ مل کر کرنے کو تیار ہیں۔" [2]

"مسلمان، گاندھی یا کسی اور کے پس رَو اور متبع نہیں ہو سکتے کسی کے جھنڈے کے نیچے نہیں آ سکتے، البتہ اگر کوئی غیر مسلم ملکی مفاد کے لیے ہمارے جھنڈے کے نیچے آ کر ہماری زیر سیادت کوشش کرے

---

[1] ایضاً، ص ۷

[2] ایضاً، ص ۷ ـ ۸

توہم اُس سے کام لے سکتے ہیں۔" [۱]

" مذہب کسی سلطنت پر فدا نہیں کیا جا سکتا، اسلام وہ مذہب ہے جس پر سلطنتیں فدا کی جا سکتی ہیں۔" [۲]

مولانا سلیمان اشرف کی مسائل حاضرہ پر جامع تقریر سن کر اراکین جمیعت العلماء مبہوت رہ گئے، اور ابوالکلام آزاد کا تو بقول عبدالرزاق ملیح آبادی یہ حال تھا:

"مولانا سلیمان اشرف کی جادو بیانی مولانا (ابوالکلام) سن رہے تھے، اور ان کے کندھے مولانا سلیمان اشرف مرحوم کی جادو بیانی سُن (کر) غیر نمایاں طور پر پھڑک رہے تھے۔" [۳]

پروفیسر سیّد سلیمان اشرف کی مدلل تقریر کے دوران آیات واحادیث اور تفسیر و تاریخ کے حوالوں سے ابوالکلام اور دیگر اکابر جمیعت العلماء کی غیر اسلامی حرکات، ہندوؤں کی خوشنودی کے لیے شعار اسلام کا ترک، متحدہ قومیت کی ناپاک کوششوں پر شدید گرفت اور مولانا امجد علی رضوی کے ستر سوالات کا قرض، یہ وہ امور تھے جنہوں نے ابوالکلام صدر جلسہ سمیت دیگر اراکین جمیعت کو بوکھلا دیا۔ ابوالکلام تو اس قدر مرعوب ہو چکے تھے کہ ان کے "جسم پر کپکپی طاری تھی، ان کے کندھے پھڑک رہے تھے"۔ [۴] بڑی بے صبری کے عالم میں جواب کے لیے کھڑے

---

[۱] ماہنامہ السواد الاعظم جلد ۲، شمارہ ۵، ۱۳۳۹ھ بحوالہ حیات صدر الافاضل، ص ۶۶؛ ۱۶۷

[۲] ایضاً، ص ۱۶۷ [۳] ہفت روزہ چٹان لاہور ۱۳ مارچ ۱۹۶۱ء، ص ۱۵-۱۶

[۴] یہ کیفیات خود ساختہ نہیں بلکہ جلسہ میں حاضر عینی شاہد ابوالکلام آزاد کے معتمد خصوصی مولوی عبدالرزاق ملیح آبادی کی بیان کردہ ہیں۔
تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: ہفت روزہ چٹان لاہور شمارہ ۶ مارچ ۱۹۶۱ء

ہوئے ایک مختصر سی تقریر کی جس میں پروفیسر مولانا سیّد سلیمان اشرف کے ساتھ اپنے سابقہ تعلقات دوستی و محبّت کا تذکرہ کیا اور ساتھ ھی مولانا موصوف پر دو الزام لگائے۔

۱۔ مولانا موصوف بسبب حجرہ نشینی واقعات سے بے خبر ہیں۔

۲۔ بے تحقیق و تفتیشِ حال صرف اخباری بیان پر اعتماد کر کے مواخذہ کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ مولانا موصوف کی تقریر کے درمیان اُٹھائے گئے اکثر سوالات سے پہلو تہی، بلکہ ان کا ذکر تک نہ کیا۔ بعض اعتراضات سے بچاؤ کی یہ صورت کی کہ ان سے لاعلمی کا اظہار کر دیا۔ بعض اعتراضات کی دُور از کار تاویل کی —— اور سب سے بڑی بات جو ابوالکلام نے کہی وہ یہ تھی کہ :-

"بے شک موالات تمام کفار و مشرکین سے ممنوع و حرام ہے جیسے نصارٰی سے ناجائز ایسی ھی ہنود سے ناجائز، کون کہتا ہے کہ آیۂ ممتحنہ سے موالاتِ غیر محاربین کا جواز نکلتا ہے، کس ذمّہ دار شخص نے ایسا کہا" [1]

مُسلم تشخص کا امتیاز و تحفّظ کرنے والے اکابر علماء اہل سُنّت کے مؤقف کی کتنی شاندار فتح ہے، اور یہ کس قدر حیرت انگیز بات ہے کہ ابوالکلام آزاد نے اپنے مؤقف سے خود انحراف کرتے ہوئے بھرے مجمع میں (جس میں مُسلمان اور ہندو دونوں موجود تھے) ہندوؤں سے دوستی اور موالات کو ناجائز بتایا۔

حالانکہ حقیقت الامر یہ ہے کہ جمعیت العلماء ہند کے اکابر اور تحریکِ خلافت کے لیڈر جس متحدہ قومیت کی تشکیل میں ہمہ وقت مصروف تھے، اس کے لیے ہندوؤں

---

[1] دوامغ الحمیر: ص ۵۵، حیات صدر الافاضل ۱۷۰، روداد مناظرہ: ص ۸

سے دوستی اور موالات استوار کرنا ضروری امر تھا، اور انہیں اپنا مقتدا و پیشوا بنانا، بتانا روزمرہ کا معمول بن چکا تھا۔ دیگر کفار و مشرکین محاربین وغیر محاربین سے موالات کا جواز و عدم جواز ـــــــ یہی وہ بنیادی اور اصولی اختلاف تھا جہاں سے "نظریۂ وطنیت" اپنانے ـــــ اور مسلمانوں کے تشخص کو زندہ و تابندہ رکھنے والوں کی راہیں الگ الگ ہو جاتی ہیں، یہ نظریاتی جنگ نتائج کے اعتبار سے عظیم جنگ تھی، اور ہے۔

ترک موالات کے مسئلہ پر جن خیالات کا اظہار امام احمد رضا قدس سرہٗ ۱۳۱۸ھ / ۱۹۰۰ء سے کرتے چلے آرہے تھے، تحریک ترک موالات ۱۹۲۱ء کے دوران اسے مزید تفصیل سے بیان کیا۔ ان نظریات کے حامل اور مبلغ حضرات علماء اہل سنت کی آج فتح عظیم تھی جس کا اقرار ان کے نظریاتی مخالفین کے صدر ابوالکلام آزاد نے بھرے مجمع میں صاف طور پر کیا۔

ہندو مسلم اتحاد کے داعین اور مبلغین کے اپنے ہی جلسہ میں انہیں اپنے سابقہ موقف کو غلط قرار دینا پڑا، ہنود کی محبت کو جزو ایمان قرار دینے والوں کو کس درجہ ذلت و شکست اٹھانی پڑی۔ علماء اہل سنت کی ہیبت اور ان کے مواخذہ کی شدت کے باعث برسرِ عام" ہندوؤں کی دلداری بھول کر یہ اَن کہی کہنے لگے کہ" اگر ہندوستان کے بائیس کروڑ ہندو سب کے سب گاندھی ہو جائیں اور مسلمان اُن کو اپنا راہنما بنائیں تو یہ سب بُت پرست ہیں اور وہ سب کے سب بُت اور گاندھی ان کا بُت۔"[1]

ابوالکلام کے اس بیان کے بعد جماعت رضائے مصطفےٰ کے وفد کی

---

[1] دوامع الحمید: ص ۵۵، روداد مناظرہ: ص ۹، ۱۸

زبردست فتح و کامرانی اور اکابر جمعیت العلماء کی شکست فاش کو مجمع نے بچشم خود ملاحظہ کیا۔ یہ فتح "دراصل دو قومی نظریہ کی عظیم فتح تھی"[1] اب مزید کسی اور دلیل کی ضرورت نہ رہی تھی۔ جمعیت العلماء کے اکابر کی بے بسی واضح تھی، مجسمہ عبرت بن کر ایک دوسرے کا منہ دیکھ رہے تھے کہ

ع صنم کی یاری میں دیں بھی ہاتھ سے گیا

تقریر کے دوران ابوالکلام بید کی طرح کوز رہے تھے[2]، اپنے اوپر لگائے گئے الزامات سے بریت ظاہر کر رہے تھے، کبھی کہتے: گاندھی کی تعریف میں ذات مقدس کے الفاظ میں نے استعمال نہیں کئے، کبھی کہتے: کس نے قشقہ کھینچنے کی اجازت دی، کس نے گاندھی کو مہاتما (مہاتما کا مفہوم ہے روح اعظم) کہا، کس نے اس کی "جے" پکاری، کس نے کہا کہ اگر نبوت ختم نہ ہو گئی ہوتی تو گاندھی نبی ہوتے، کس نے ہندوؤں کی ارتھی کو کندھا دیا[2] ـــــ وغیرہ، گائے کی قربانی

---

[1] اس واقعہ کو مناظرہ کے عینی شاہد، رکن جماعت رضائے مصطفٰے مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی نے بیان کیا ہے، ملاحظہ ہو: دوامغ الحمیر ص ۵۷ رودادِ مناظرہ ص ۱۹

[2] ان کفری حرکات و کلمات کا صدور جمعیت العلماء ہند کے اکابر اور تحریک خلافت کے لیڈروں سے بارہا ہوا، ان سے کسی بھی مورخ نے انکار نہیں کیا ـــ واقعات سے چشم پوشی ابوالکلام کی کمال حیلہ سازی ہے۔ ان غیر اسلامی کلمات حرکات کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو:

(ا) پاسبان مذہب و ملت (تحقیقات قادریہ) از محمد جمیل الرحمٰن خان مطبوعہ بریلی ۱۹۲۱ء

(ب) مسلم انڈیا از کاشس البرنی مطبوعہ لاہور ۱۹۴۲ء

(ج) مولانا اشرف علی صاحب تھانوی اور تحریک آزادی از پروفیسر احمد سعید مطبوعہ کراچی ۱۹۷۲ء

(د) ماہنامہ سیارہ ڈائجسٹ لاہور شمارہ نومبر ۱۹۷۷ء (انٹرویو، مولانا محمد فضل قدیر ندوی)

پر پابندی کے مطالبے اور مولانا محمد امجد علی رضوی کے ستر سوالات کا ذکر تک نہ کیا حالانکہ یہی سوالات موضوع مناظرہ تھے۔ ؎

کفری اور غیر اسلامی حرکات سے قطعاً انکار پر مولانا برہان الحق خلیفہ امام احمد رضا نے خلافت کانفرنس، ناگپور سے ایک ماہ بعد تک کے اخبار زمیندار ...در کے شماروں کا حوالہ دے کر ابو الکلام سے فرمایا کہ دیگر لیڈروں کی طرح آپ

؎ صدر الشریعۃ مولانا امجد علی کے ستر سوالات بنام "اتمام حجت تامہ" کا جواب آج تک ہندو مسلم اتحاد کے داعین و مبلغین کے ذمہ قرض ہے۔ مفتی اعظم ہند مولانا محمد مصطفےٰ رضا خاں مدظلہ الاقدس (ابن و خلیفہ امام احمد رضا) لکھتے ہیں :-

"اگر اب بھی آپ اپنی ضد، اپنی بے جا ہٹ سے باز نہ آئیں اسی پر جمے رہیں تو مہربانی فرما کر دو سال قبل سے آج تک کے جو امور جواب طلب آپ کے ذمے ہیں جو پہاڑ آپ پر سوار ہیں اُن کے جواب لیجئے اور نہ سہی صرف اتمام حجت تامہ ہی کے فقط ستر سوالات سے سبکدوشی حاصل کیجئے۔

طرق الھدیٰ والارشاد الیٰ احکام الامارۃ والجہاد مطبوعہ بریلی ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۳ء، ص ۷۵

؎ آپ نے مسلم لیگ اور تحریک پاکستان کے لیے گراں قدر خدمات انجام دی ہیں، اس کا کچھ اندازہ "مکاتیب بہادر یار جنگ" سے ہوتا ہے۔ نواب بہادر یار جنگ (م ۱۳۶۳ھ/۱۹۴۴ء) اپنے ایک مکتوب (محررہ ۱۲ر مارچ ۱۹۴۴ء) میں مفتی محمد برہان الحق جبلپوری مدظلہ العالی کو لکھتے ہیں :-

"یہ سن کر خوشی ہوئی کہ آپ حضرات نے آل انڈیا اسٹیٹس مسلم لیگ کے اجلاس کی ذمہ داری بھی اپنے اوپر لے لی ہے میں اس عنایت کے لیے سب کا ممنون ہوں۔"

مکاتیب بہادر یار جنگ مطبوعہ کراچی ۱۹۶۷ء، ص ۵۴۰

سے بھی ایسے کلمات صادر ہوئے ہیں ان سے انکار ممکن نہیں۔

ابوالکلام آزاد نے اپنی عافیت اسی میں سمجھی کہ ان حرکات سے سرے سے لاعلمی کا اظہار کر دیا جائے، چنانچہ کھڑے ہو کر کہا: "لعنۃ اللہ علیٰ قائلہ"

مولانا سید سلیمان اشرف نے ابوالکلام آزاد کے انکار پر ایک ایک غیر اسلامی حرکت کو، حوالہ سے ثابت کیا اور فرمایا کہ ہندوؤں کے ساتھ اتحاد کے جوش میں جب آپ کے ساتھی، نتائج و عواقب سے بے پروا ہو کر ان غیر اسلامی حرکات کا ارتکاب کرتے ہیں تو آپ کو سختی سے منع کرنا چاہیئے۔ آپ کا سکوت آپ کی رضامندی کو ظاہر کرتا ہے۔ اگر آپ ان غیر اسلامی حرکات سے رجوع کریں تو ہم خدمت و حفاظت مقامات مقدسہ و خلافت اسلامیہ میں آپ کے ساتھ ہیں۔"

اس کے بعد مولانا حامد رضا خاں بریلوی (صاحبزادہ و خلیفہ امام احمد رضا) نے فرمایا کہ "مقامات مقدسہ کی حفاظت اور خلافت اسلامیہ کی خدمت ہر مسلمان پر بقدر وسعت فرض ہے اس سے کسی کو انکار نہیں، اسی طرح تمام کفار و مشرکین سے ترک موالات بھی فرض ہے۔ آپ کی خلاف شرع حرکات میں سے کچھ کا بیان تو سید سلیمان اشرف کی تقریر میں آچکا ہے، باقی کا ذکر جماعت رضائے مصطفےٰ کی طرف سے شائع شدہ اشتہار بعنوان "اتمام حجت تامہ" میں ہے وہ اشتہار آپ کو پہنچ چکا ہے۔ آپ جب تک ان تمام حرکات سے، رجوع نہ شائع کریں گے ہم آپ سے علیحدہ ہیں۔" (ملخصاً)

ابوالکلام آزاد نے وعدہ فرمایا کہ "منافی دین اور غیر اسلامی حرکات سے بیزاری کا اعلان ہم جلسہ کی روئداد میں شائع کر دیں گے۔"[1]

---

[1] روداد مناظرہ، ص ۱۰، حیات صدر الافاضل، ص ۱۶۹

کاش! ایسا ہو جاتا تو اس سے بے شمار فوائد حاصل ہوتے۔ متحدہ قومیت کی تحریک دب جاتی، انگریز اور ہندو کے مکر و فریب کا کلیتہً ابتدا ہی میں خاتمہ ہو جاتا، کانگرس کے پروگرام کے مطابق کام کرنے والے علماء تحریک پاکستان کے سپاہی بن جاتے، اور علماء اہل سنّت اور اکابر جمعیت العلماء ہند کے درمیان اختلافات ختم ہو جاتے۔ ابوالکلام آزاد نے غیر اسلامی حرکات سے رجوع کا وعدہ پورا نہ کیا اور نہ ہی تحریک پاکستان کی نظریاتی جنگ لڑنے والوں کی صفوں میں شمولیت کی بلکہ ہمیشہ کے لیے کانگرس کے بن کر رہ گئے۔

چونکہ جمعیت العلماء ہند کے اجلاس میں ہونے والا مناظرے کا اسٹیج بھی جمعیت کا اجلاس تھا، اس لیے تاریخی طور پر یہ ذمہ داری جمعیت العلماء ہند کی تھی کہ مناظرہ بریلی کی روداد شائع کرتی۔ مگر ایسا نہ ہوا۔ تاریخ کا ادنیٰ طالب علم ہونے کے اعتبار سے جمعیت کی طرف سے مرتب شدہ روئداد مناظرہ میرے علم میں نہ آئی، شاید اپنی تاریخی شکست پر پردہ ڈالنے اور اپنی عظیم خفت کو مٹانے کی غیر مؤرخانہ کوشش کا ایک حصہ تھا۔

جماعت رضائے مصطفٰے کا وفد بحمدہٖ تعالیٰ اپنے موقف میں عظیم فتح پا کر لوٹا۔ ہر طرف سے علماء اہل سنّت کو مبارک بادی کے پیغام آنے لگے، اور شدید مطالبہ ہوا کہ اس تاریخی اجلاس کی مکمل روداد شائع کر دی جائے، چنانچہ جماعت رضائے مصطفٰے، بریلی نے اس اہم تاریخی اجلاس کی کارروائی کو "روداد مناظرہ" کے نام سے شائع کیا جو اس وقت آپ کے سامنے ہے، ہم اس مطبوعہ روئیداد کا عکس شامل کر رہے ہیں۔

حضرت مولانا محترم جناب مولوی شاہ محمد سلیمان [illegible]

اور

مسٹر ابوالکلام آزاد سے

۱۴ رجب ۱۳۳۹ھ کو اندرون جلسہ جمعیۃ العلماء بریلی میں ہوا

مسمی بہ

روداد مناظرہ

مرتبہ

شعبہ علمیہ جماعت رضائے مصطفےٰ علیہ افضل الصلاۃ والثنا بریلی

خانقاہ عالیہ رضویہ

جسکو

[illegible] جماعت مبارکہ باہتمام سید انتظام علی [illegible]

۲

روداد مناظرہ

جناب مولٰنا مولوی سید سلیمٰن اشرف صاحب و مولوی ابوالکلام صاحب آزاد

اندرون جلسہ جمعیۃ العلما بتاریخ ۱۸ رجب ۱۳۳۹ھ بمقام بریلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

جمعیۃ العلما کی جانب سے جلسہ بریلی کے اعلان کے لئے متعدد اشتہار شائع کیے جن میں مخالفین پر اتمام حجت کیا جانا اپنا مقصد ظاہر کیا۔ جماعت رضائے مصطفٰے کی طرف سے اوس کے صدر شعبہ علمی نے ۱۰ رجب روز دوشنبہ کو ایک اعلان مناظرہ بنام اتمام حجت تامہ ستر سوالات پر مشتمل شائع کیا اور ایک معزز وفد کے ہاتھ یہ مطبوع اعلان ناظم جمیعۃ العلما کے پاس بھیجا وفد کی تمام کارگزاریاں اشتہار عنوانی (معززین اہلسنت کی توجہ ضرور ہے) میں ۱۲ رجب کو شائع ہو چکیں اسمیں بھی طلب مناظرہ کا شدید تقاضا تھا جب متواتر مطبوعہ تقاضوں پر ادہر سے صدائے برنخاست تو ۱۳ رجب کو بوقت صبح پھر ایک خط بطلب مناظرہ و تعیین وقت مولٰنا مولوی ظفر الدین صاحب و مولٰنا مولوی امجد علی صاحب۔ مولٰنا مولوی حسنین رضا خاں صاحب نے صدر جمعیۃ العلما مولوی ابوالکلام صاحب آزاد و عبد الماجد صاحب بدایونی ناظم جمعیت کے نام جلسہ عام میں بھیجا اسوقت مولٰنا مولوی سید سلیمٰن اشرف صاحب بھی تشریف لے آئے تھے اونھوں نے بھی طلب مناظرہ میں اپنے دستخط فرما دیے پھر ستر و خط بھیجا جس کا ذکر آگے آتا ہے اس خط جماعت کا بھی جواب اون لوگوں نے نہ دے سکتے تھے نہ دیا مگر یہ مناظرہ کا جو تھا مطالبہ تھا جس کا جواب ۱۴ کی شب میں مولوی ابوالکلام صاحب صدر کی ایک عجیب تحریر آئی جسمیں اتمام

۳

حجت تامہ کے ستر سوالات کے جواب دینے سے صاف اعراض اور قطعی گریز کرتے ہوئے اپنی طرف
سے ایک جدید فرضی و اختراعی مورد بحث مسئلہ تحفظ و صیانت خلافت اسلامیہ و ترک موالات
و اعانت اعدا و محاربین اسلام وغیرہ ایجاد کر کے اعلیٰحضرت قبلہ سے مناظرہ طلب کیا۔ ان امور کو
محل نزاع ٹھہرانا محض بے بنیاد اور غلط و باطل صریح مغالطہ تھا اعلیٰحضرت کی متعدد تحریریں
آٹھ سال سے ابتک شائع ہوتی رہیں جنھیں تحفظ و صیانت مملکت اسلامیہ و مقامات مقدسہ کو ہر
مسلمان کے لیے فرض و ضروری اور موالات و اعانت جملہ مشرکین و کفار کو ممنوع و حرام بلکہ منجر
بکفر بتایا ہے لہذا یہ مسائل کسی طرح بحث کی صلاحیت نہ رکھتے تھے امور بحث طلب وہی تھے
جنسے مولوی ابو الکلام صاحب نے اعراض کیا اور تحفظ و صیانت غیر مختلف فیہ مسائل کو اپنے گریز کا پردہ
بنایا دوسری پہلو تہی یہ کی کہ حضرت امام اہلسنت پر مناظرہ ٹالا اور حضرات اربعہ جو طالب
مناظرہ ہوئے اونکے مناظرہ سے مونھ چھپایا حالانکہ اون کے اعلانوں میں عام مخالفین کا ذکر
تھا مولوی ابو الکلام کا بحث بدلنا امور غیر متنازع فیہ میں مناظرہ چاہنا امور متنازع فیہ سے
قطعًا اعراض کرنا مناظرین سے مونھ چھپانا ہزار ناگفتنی حیلہ سے مناظرہ ٹالنا قابل ملاحظہ ہے مولوی
ابو الکلام صاحب کی مشہور زبان زوری سے یہ حرکات بہت تعجب خیز ہیں مگر درحقیقت اونکی
کمزوری اس پر ادھیں مجبور کر رہی تھی پھر بھی مناظرین نے اونکی کسی پہلو تہی پر خیال نفرما کر اپنی
کوشش تحقیق حق کو غیر متزلزل رکھا اور ساتھ ہی وقتًا فوقتًا خط بھیجے ایک جماعت مناظرین اصحاب
امید نے دوسرا خاص جناب مولنا مولوی سید سلیمن اشرف صاحب بہاری نے مولوی عبد الماجد
بدایونی ناظم جمعیۃ العلما اور مولوی عبد الودود صاحب سکرٹری کمیٹی استقبالیہ کے نام اپنے
مناظرہ کا۔ جماعت کے خط کا مولوی ابو الکلام صاحب نے پھر کوئی جواب ندیا نہ جب نہ آجتک
اور بعونہ تعالےٰ قیامت تک نہیں دیسکتے ہاں مولوی سید سلیمن اشرف صاحب کو اونکے
خط کا جواب عبد الودود صاحب نے یہ دیا کہ ہر کس و ناکس سے نزاع و مخاصمہ کرنا خدام ملت کے
نزدیک بے نتیجہ اور بے سود ہے اور وہی گریز جو مولوی ابو الکلام صاحب نے کی تھی اس خط کا
جواب ۱۴ رجب وقت صبح مولوی سید سلیمن اشرف نے یہ دیا کہ جلسہ جمعیۃ العلما منعقدہ بریلی کا
رقعہ دعوت فقیر کے پاس بھیجا فقیر نے شرکت سے قبل امر ما بہ النزاع کا تصفیہ چاہا آنجناب

اس بے بضاعت کو ناکس قرار دیکر گفتگو سے اعراض فرماتے ہیں امام اہلسنت مجدد مائۃ حاضرہ سے طالب مناظرہ ہوتے ہیں انصاف شرط ہے کہ رقعۂ دعوت فقیر کے پاس بلاواسطہ بھیجا جائے اور گفتگو کی جب نوبت آئے تو اوسے کس وناکس کہا جائے اوس کے احقاق حق کو نزاع ومخاصمہ قرار دیا جائے کیا یہی شیوۂ خدام ملت ہے آخر میں نہایت ادب سے گزارش ہے کہ براہ کرم قبل نماز جمعہ فقیر کو اپنے جلسے میں بحیثیت سائل حاضر ہونے کی اجازت عطا فرمائیں جماعت مناظرین اصحاب اربعہ نے مولوی ابوالکلام صاحب کو پھر تقاضائے جواب چھٹی بار طلب مناظرہ وتعیین وقت کا اور خط بھیجا۔ جماعت کے اس خط کا اونھوں نے حسب دستور کوئی جواب نہ دیا البتہ مولوی سید سلیمن اشرف صاحب کو جوابی تحریر دی جسمیں وہی گریز اختیار کی اور امور غیر متنازع فیہا کا مورد بحث ہونا شرط مناظرہ قرار دیا اور امور متنازع فیہا فرد وعدی البحث واصل منشاء خلافت میں مناظرہ سے یہ کہکر صاف انکار کر دیا کہ ان امور (غیر متنازعہ) کے علاوہ فی الحال دوسرے مباحث سے اس مناظرہ کو کچھ علاقہ نہوگا۔ یہ حیلہ حوالہ اور ٹال مٹول دیکھکر بھی کیا یہ واضح ہوجانے میں کوئی کسر رہ گئی تھی کہ جمعیۃ العلما کے ارباب اقتدار اپنی اور کارکنان خلافت کمیٹی کے ضلالات وبطالات میں مناظرہ سے عاجز ہیں صرف حیلہ حوالہ نکالکر وقت گزارنا مقصود ہے۔ تاہم مسلمانوں کی ہدایت اور اتمام حجت کیلئے مولنا سید سلیمن اشرف صاحب اپنے انفرادی خط کی بنا پر اور مناظرین خدام آستانۂ رضویہ اپنے مطالبۂ پنج یوم کامل کی بنا پر مناظرہ کے لئے جمعیۃ العلما کے پنڈال میں بعد شام بہت شان وشوکت کے ساتھ پہنچے ہزاروں مسلمان اللہ اکبر کے نعرے بلند کرتے اور آگے آگے نعت خواں نعت شریف پڑھتے ہمراہ تھے یہ جماعت کی طرف سے مناظرہ کا ساتواں مطالبہ تھا۔ منتظمین جلسہ جمعیۃ العلما نے علمائے کرام کو نہایت احترام واحتشام کیساتھ لیجاکر اپنے مقام صدر پر بٹھایا مولوی احمد سعید دہلوی تقریر کر رہے تھے اونھوں نے اپنی تقریر میں اپنی پوری کوشش مجمع کو اپنے موافق جوش دلانے میں صرف کر دی تاکہ ہمارے مناظرین کی تقریروں سے عوام کچھ اثر نہ لیں تقریر ختم ہونے پر مولانا سید سلیمن اشرف صاحب کو صدر جلسہ مولوی ابوالکلام صاحب نے ۲۰ منٹ کا وقت دیا لیکن اصحاب اربعہ مناظرین جماعت رضائے مصطفےٰ کو وقت نہ دیا گیا مولوی سید سلیمن اشرف صاحب نے یوں تقریر شروع کی حضرات

۵

فقیر کی حاضری کی غایت اور خطاب کا مقصد صرف اسقدر ہے کہ نہایت وضاحت اور صراحت سے
امر مابہ الاتفاق اور مابہ الاختلاف کو آپ حضرات کے سامنے پیش کر دوں۔
مسئلہ خلافت و تحفظ و صیانت اماکن مقدسہ اور ترک موالات یہ وہ مسائل ہیں جنہیں نہ صرف یہ فقیر
بلکہ تمام علمائے کرام نہیں بلکہ تمام عامہ مسلمین ہمیشہ متفق اللسان ہیں۔ ترکوں کی خلافت بمعنی قوت
دفاعی بلکہ امر مسلم ہے خدمت حرمین شریفین ہر مسلمان پر فرض کفایہ ہے نیز محافظت حرمین شریفین
بھی ہر مسلمان پر فرض کفایہ ہے سلطنت ترکی علاوہ ازیں کہ اسلام کی قوت دفاعی ہے ہم مسلمانوں
کی طرف سے ان دونوں کے فریضہ کی انجام دینے والی ہے۔ اسلام ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے انصر
اخاک ظالما او مظلوما یعنی اپنے بھائی مسلمان کی مدد کرو عام ازیں کہ وہ ظالم ہو یا مظلوم
صحابہ کرام نے عرض کیا کہ مظلوم کی اعانت تو ظاہر ہے لیکن ظالم بھائیوں کی کیونکر مدد کریں فرمایا
ظالم کا ہاتھ ظلم سے روکو یہ اوس کی اعانت ہے پس جبکہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی مدد
پر مامور ہو تو پھر سلطان اسلام اور سلطنت اسلام کی نصرت و اعانت کی اہمیت کا اسی سے
اندازہ کر لیا جائے سلطنت ترکی ہماری دینی بھائی اوس پر اسلامی سلطنت اور سپر اسلام
کی قوت دفاعی پھر حرمین شریفین کی خادم و محافظ بس اوسکی اعانت اور نصرت نہ صرف
مسلمانانِ ہند بلکہ تمام مسلمانانِ عالم پر بقدر استطاعت فرض ہے۔
حاضرین جلسہ۔ یہ وہ مسائل شرعیہ ہیں جسے نہیں صرف اسوقت بیان کر رہا ہوں بلکہ آج سے
دس برس پیشتر فقیر نے کہا لکھا چھاپا ملک میں شائع کیا۔ میرا و نیز دیگر علمائے اہلسنت وجماعت
کا آپ سے اختلاف اس مسئلہ میں ہرگز نہیں ہاں اختلاف اسمیں ہے کہ آپ ہندوؤں سے
موالات برتتے ہیں اور مسلمانوں کو حرام و کفریات کا مرتکب بناتے ہیں۔ تفصیل اسکی یہ ہے
موالات ہر نصرانی و یہودی سے ہر حال میں حرام اور قطعی حرام یا ایھا الذین امنوا لا
تتخذوا الیھود والنصاریٰ الآیہ۔ نصرانی اور یہودی خواہ فریق محارب ہوں یا غیر
محارب   یا غیر محارب مطلقاً موالات اون سے حرام اور مطلقاً حرام۔
ہر کافر سے موالات حرام خواہ محارب ہو یا غیر محارب لا یتخذ المومنون الکافرین اولیاء
آپ حضرات انگریزوں سے تو موالات حرام بتاتے ہیں اور کافروں سے موالات نہ صرف

۶

جائز بلکہ عین حکم الٰہی کی تعمیل بتانے ہیں۔ دلیل میں سورۂ ممتحنہ کی آیت لا ینھٰکم اللہ الآیۃ پیش فرماتے ہیں کیا یہ کھلی تحریف نہیں آیت کریمہ میں کافر غیر محارب کے ساتھ اجازت بر و اقساط کی ہے ذکر موالات کی یعنی محبت و اتحاد و خلوص و اخلاص جو آپ برت رہے ہیں براہ کرم آپ کسی مفسر کسی محدث کسی فقیہ کا قول اس ثبوت میں پیش فرما دین کہ بر و اقساط موالات کے مرادف ہے یا یہ ثابت کیجیے کہ سورہ ممتحنہ کی یہ آیت ناسخ ہے اون آیات متعددہ کثیرہ کی جنیں مطلقاً ہر کافر و بیدین سے موالات کو منع فرمایا گیا ہے لفظ ولا اور تولی جبکہ کلام پاک میں بکثرت جا بجا نازل ہوا پھر اس لفظ کا مفہوم و مصداق کیا علمائے مفسرین نے بیان نہیں فرمایا جو کچھ علمائے دین نے اپنی تحقیقات سے موالات کے معنی بیان کئے ہیں اوس پر عمل پیرا ہوجیے نہ کہ اپنی طرف سے ایک معنی ایجاد کیجیے ہمیں بتایا جائے کہ اس تیرہ سو برس کے عرصہ میں کسنے سورہ ممتحنہ کی آیت کو ناسخ قرار دیا کسنے بر و اقساط کو مرادف موالات کہا آپ حضرات نے بر و اقساط کو موالات کا مرادف قرار دیتے ہوئے بیشمار اقوال و افعال کفر و حرام کا ارتکاب کیا اور مسلمانوں کو اوسے عین تعمیل حکم الٰہی بتایا تفصیل اسکی اس آدھ گھنٹہ میں ناممکن تعداد اونکی لاتعد ہے چند باتیں محض بطور مثال کے پیش کرتا ہوں سب سے پہلے جلسہ خلافت کا دہلی میں منعقد ہوتا ہے مسٹر گاندھی اس جلسہ کے پریزیڈنٹ ہوتے ہیں مولوی عبد الباری صاحب اشارتشکر و امتنان میں اسکا اعلان فرماتے ہیں کہ مسٹر گاندھی کی تقریر سے یہاں تک متاثر ہوا ہوں کہ میں نے گائے کی قربانی اپنے یہاں سے اوٹھادی پھر اسی قربانی کے مسئلہ کے لئے حدیث شریف میں تحریف ہوئی براہ کرم ارشاد ہو کہ انگریزوں سے ترک موالات کیا اسی کا مستلزم تھا کہ مسلمانوں کی صدیوں کا حق ملکی اور مذہبی اسطرح قربان کر دیا جائے مولوی عبد الباری صاحب یوں تحریر فرمائیں کہ میں پسر گاندھی ہوں اونکو اپنا رہنما بنالیا ہے جو وہ کہتے ہیں وہی کرتا ہوں ؎

عمر یکہ بآیات و احادیث گذشت ۔۔۔ رفتی و نثار بت پرستی کردی

کسی کافر کو پیشرو بنانا اور کسی کافر کا بسرو بتنا بت پرستی پر آیات و احادیث کی عمر کو نچھاور کرنا حرام ہے کفر ہے آپ کے رکن نے بیان کیا اخباروں میں چھپا اور شائع ہوا کہ دستو

۷

خدا کی رسی کو مضبوط پکڑو اگر دین نہیں تو دنیا تو ضرور ملجائے گی کیا یہ صریح کفر نہیں حق سبحانہ
فرماتا ہے واعتصموا بحبل اللہ جمیعا اس آیت پاک میں حق سبحانہ نے جسے رسی ڈوری
ارشاد فرمایا ہے کیا اوسے مضبوط پکڑنے کو ارشاد فرمایا ہے تاکہ دنیا ملے دین کھوکر جو دنیا کہ
حاصل کیجائے وہ ممنوع ہے ارباب دین کے پاس دنیا خدمتگزاری دین کے لئے ہے نہ کہ دین
دنیا کمانے کے لئے آپ نے قشقہ لگایا گاندھی کی جے ایک دو جگہ ایک دو بار نہیں بلکہ بیسیوں
جگہ بیسیوں بار پکاری کہ مہاتما گاندھی کی جے جس طرح صلیب علامت تثلیث ہے کیا قشقہ
علامت شرک نہیں کیا آپکی غیرت تقاضا کرتی ہے کہ شرک کی علامت قشقہ اپنی پیشانیوں پر
لگائیے آپ ہمارے سامنے سمرنا وغیرہ کے مظالم بیان کر کے ہمارے جذبات اوبھارتے ہیں
مگر کیا ہندوؤں نے آرہ شاہ آباد کٹار پور وغیرہ میں قربانی بند کرنے کے لئے ایسے ہی مظالم
نہیں کئے قرآن مجید نہیں پھاڑے۔ عورتوں کی بے حرمتی نہیں کی۔ مسلمانوں کی جانیں نہیں
لیں مسجدوں میں بے ادبیاں نہیں کیں۔ آج آپ سبز گنبد کی بے ادبی ہونے سے غیرت دلاتے
ہیں مگر کیا آپ کے لئے یہ غیرت کی بات نہیں تھی جبکہ یہ کہکر دربار نبوت و رسالت کی اہانت
کی گئی کہ اگر نبوت ختم نہو گئی ہوتی تو مہاتما گاندھی نبی ہوتے۔ آپ نے اسپر کیوں نہ انکار کیا
کیوں خاموش رہے۔ ہندوستان میں ہمیں بھی ہندوؤں سے کم رہنے کا حق نہیں حضرت
عمر فاروق رضی اللہ تعالے عنہ کے زمانے میں ہم یہاں آئے اسلامی فوج کے ایک دستہ نے
مقام تھانہ پر حملہ کیا دوسرے نے دیبل پر اور اسوقت میں ہمنے اپنے خون بہا کر ہندوستان
میں رہنے کا حق حاصل کیا ہم اور ہندو دونوں ہندوستان کے ملکی مفاد سے تعلق رکھتے ہیں اور
اس مفاد ملکی کے حصول کے لئے ہندو ہمارے ساتھ ملکر کوشش کر سکتے ہیں۔ آپ ملکی مفاد
اور بہبود کے لئے ملکر کوشش کیجئے۔ مگر جہاں سے مذہبی حدود آئیں مسلمان الگ اور ہندو
الگ ہم اپنے مذہب میں ہندوؤں سے اتحاد نہیں کر سکتے غرض مقامات مقدسہ و خلافت
اسلامیہ کے مسائل میں ہمیں خلاف نہیں ہندوستان کے مفاد کی کوشش کیجئے اس سے
ہمیں خلاف نہیں خلاف اون حرکات سے ہے جو آپ لوگ منافی و مخالف دین کر رہے ہیں
ان حرکات کو دور کر دیجئے ان سے باز آئے انکی روک تھام کیجئے عوام کو ان سے باز رکھے تو

خلافت اسلامیہ و ممالک مقدسہ کی حفاظت ہندوستان کی ملکی مفاد کی کوششیں ہم بھی آپکے ساتھ ملکر کرنے کو تیار ہیں"

جناب مولوی سید سلیمن اشرف صاحب کی اس تقریر کے بعد ابوالکلام صاحب کھڑے ہوئے اور یہ تقریر کی کہ مجھے مولوی سلیمان اشرف صاحب اپنے دوست قدیمی کے اگرچہ اب وہ مجھے فراموش کر چکے ہوں گے اس طرح سنجیدگی و صفائی سے اپنے امور مابہ النزاع ظاہر کرنے سے بہت مسرت ہے۔ مگر مجھے ثابت ہوگیا کہ ہمارے دوست کو غلط فہمی ہوئی ہے اور جناب مولوی سلیمان اشرف صاحب پر دو الزام قائم کئے ایک [illegible] بے خبری کا۔ دوسرے بے تحقیق و تفتیش حال مجرد اخبار پر مواخذات کی بنا کرنے کا [illegible] خود اپنی نسبت یہ واقعہ بیان کیا کہ لوگوں نے یہ خبر اڑائی ہے کہ میں نے ناگپور کے [illegible] میں نماز جمعہ کے خطبہ اولیٰ میں مسٹر گاندھی کی تعریفیں ستودہ صفات خجستہ ذات [illegible] حالانکہ یہ محض افترا ہے مجھپر اور کہا کہ یہاں کسنے قشقے کی اجازت دی۔ کسنے [illegible] مہاتما گاندھی [illegible] کہا۔ بلکہ میں خود تو مہاتما کے یہ معنی تک نہیں جانتا کہ وہ کوئی تعظیم کا لفظ ہے۔ بلکہ یہ سمجھتا تھا کہ ہندوؤں کے کچھ لقب وغیرہ ہوتے ہیں جو اون کے ناموں کے جز سے ہو جاتے ہیں لوگ اوسے مہاتما کا لغوی تکلم معنی تعظیمی کو ملحوظ رکھکر نہیں کرتے ہمارے یہاں کے کس ذمہ دار شخص نے کہا کہ اگر نبوت ختم نہو گئی ہوتی تو مہاتما گاندھی نبی ہوتے۔ یہ کفر کا کلمہ کون مسلمان کہہ سکتا ہے اور جے قشقہ وغیرہ حرکات مخالف دین پر ہم سخت نفرین کرتے اور برا جانتے ہیں ہرگز ہمنے انکی اجازت نہیں دی بلکہ شوکت علی کے ملک کی ارتھی کو کاندھا دینے کی خبر مجھے کلکتے میں ہوئی تو میں نے بذریعہ تار اون کو تلقین توجہ کی پھر ہم پر عوام کی حرکات سے کیا الزام جبکہ نہ خود ہمارے یہاں کے ذمہ وار اشخاص اونھیں کرتے ہیں نہ عوام کے لئے اونھیں روا رکھتے ہیں۔ نفس موالات تمام کفار سے خواہ وہ حربی ہوں یا غیر حربی یقیناً حرام اور ممنوع ہے اور ہم کب اسے جائز بتاتے ہیں ہاں ہم خادمان ملت مقاصد صالحہ حمایت سلطنت و مقامات مقدسہ کے لئے ہنود سے ایسی صلح جس سے ہمارے دین میں مداخلت نہیں ہوتی اور وہ خود اس پر آمادگی ظاہر کرتے ہیں جائز جانتے ہیں قربانی گاؤ کے متعلق مواخذہ مولانا سلیمن اشرف صاحب سے ابو الکلام صاحب خاموش گزرے

میں لگے رہو آپ کے سامنے مجمل صورت میں اتحاد پیش کیا جس سے دوران حرکات میں مبتلا ہوئے جیسا آپ ان حرکات کی ذمہ داری سے کیسے الگ ہو سکتے ہیں مسلمانوں نے ہولی کھیلی، صبغۃ اللہ کو چھوڑ کر ہولی کا رنگ اختیار کیا آپ کیوں نہ اونھیں اس سے تاکید باز رہنے کی کی تو کیا آپکا سکوت آپ پر ذمہ داری نہیں ڈالتا خود آپ کے شہر بریلی میں گاندھی کو سپاسنامہ پیش کیا گیا جسمیں گاندھی کی نسبت کہا گیا ع خاموشی از ثنائے تو حد ثنائے تست

کیا آپ حضرات نے اسپر کچھ انکار کیا آپکا یہ سکوت آپ پر الزام نہیں لاتا مولوی عبد الباری صاحب بڑے ذمہ دار عالم اپنے خط میں آپنے آپکو مسئلہ دینی میں پس رو گاندھی لکھتے ہیں جو گاندھی کہیں اوسی پر اپنے آپکو عمل پیرا بتاتے ہیں قرآن و حدیث کی تمام عمر اونپر نثار کرتے ہیں آپ ایسے دو لفظ میں اونکے تاویل کریں گے خط کا خط کیسے تاویل کریں گے **ابو الکلام صاحب ان سب الزامات پر خاموش رہے** مولوی سید سلیمن اشرف صاحب نے اسی دوران میں عبد الماجد صاحب بدایونی کے شانہ پر ہاتھ رکھکر بہت بلند آواز سے یہ الفاظ کہے کہ کیوں یار تمھاری بھی کہہ دیں تمنے گاندھی کو کہا کہ خدا نے انکو مذکر بنا کر بھیجا ہے یہ کفر ہے **عبد الماجد صاحب اس پر خاموش رہے** اسکے بعد مولوی صاحب نے اپنی تقریر کو اسپر ختم کیا کہ اگر آپ لوگ اپنی تمام منافی دین حرکات کو چھوڑ دینگے اسسے اپنی بیزاری ظاہر کر دیں گے تو ہم خدمت و حفاظت مقامات مقدسہ و خلافت اسلامیہ میں آپ کے ساتھ ہیں۔ ابو الکلام صاحب نے وعدہ کیا کہ جلسہ کی روداد [illegible] شائع کر دیا جائے گا -

اسکے بعد جناب مولانا مولوی حامد رضا خاں صاحب نے فرمایا کہ حرمین شریفین و مقامات مقدسہ و ممالک اسلامیہ کی حفاظت و خدمت ہمارے نزدیک ہر مسلمان پر بقدر وسعت و طاقت **فرض ہے** اس کا [illegible] خلاف نہ ہونا تھا۔ اسیطرح سلطان اسلام و جماعت اسلامی کی خیر خواہی میں ہمیں کچھ کلام نہیں ہے [illegible] تمام کفار و مشرکین و نصاریٰ و یہود و مرتدین وغیرہم سے ترک موالات ہم ہمیشہ سے ضروری و فرض جانتے ہیں ہمیں خلاف آپ حضرات کی اون خلاف شرع و خلاف اسلام حرکات سے ہے جنمیں سے کچھ مولوی سید سلیمن اشرف صاحب نے بیان کیں اور جن کے متعلق جماعت کے ستر سوال بنام تمام جمعیت [illegible] آپکو پہنچے ہوئے ہیں اون کے جواب دیجئے جبتک آپ اون تمام حرکات سے اپنی رجوع نہ شائع کریں گے اور اونسے عہدہ برا نہ ہولیں گے ہم آپ سے علٰحدہ ہیں ور اوسکے بعد

خدمت وحفاظت حرمین شریفین و مقامات مقدسہ وممالک اسلامیہ میں ہم آپ کے ساتھ مگر جانبر کو تیار نہیں کرنے کو تیار ہیں **مولوی ابوالکلام صاحب خاموش رہے** اور تمام حجت تامہ کا نام سنکر ایسے اوڑ اگئے گویا سنا ہی نہیں۔ اسی ضمن میں مولانا مولوی حامد رضاخاں صاحب نے خود مولوی ابوالکلام صاحب سے بالخصوص مخاطبہ فرماکر یہ جو کہا کہ "حضرت آپکو بھی تو اپنی حرکات سے توبہ کرنا ہے" اس پر ابوالکلام صاحب نے کہا کہ میری کیا حرکات ہیں مولوی حامد رضاخاں صاحب نے فرمایا کہ آپنے خطبہ جمعہ میں گاندھی کی تعریف پڑھی۔ ابوالکلام صاحب نے اس سے سخت انکار کیا اور کہا کہ میری طرف یہ نسبت کذب[1] ہے۔ اس کے بعد مرتضیٰ حسن دربھنگی نے اپنی تقریر شروع کی جسمیں مولوی سلیمن اشرف صاحب اور جماعت خدام آستانۂ رضویہ پر یہ الزام اپنی شکایت کہکر لگایا کہ انھوں نے خدمت وحفاظت مقامات مقدسہ وممالک اسلامیہ سے اتفاق رکھتے ہوئے پھر بھی عملاً کیا خدمت انجام دی۔ دربھنگی صاحب کی اثناء تقریر میں مولوی عبدالماجد و عبدالودود صاحبان نے اس الزام پر خاص جماعت بریلی کی نسبت زور دیا۔ مولوی سید سلیمن اشرف صاحب نے ابوالکلام صاحب سے کہا کہ جناب اس کا جواب ہوگا۔ اور میں نہیں آپکو ہی دینا ہوگا۔ ابوالکلام صاحب نے اولاً جواب کی اجازت دینے میں کچھ گفتگو کی مگر مولوی سلیمن اشرف صاحب کے معقول کردینے پر دربھنگی صاحب کی تقریر ختم ہونے پر کھڑے ہو کر اپنی تقریر میں مولوی سید سلیمن اشرف صاحب کی دربھنگی صاحب کے قائم کردہ الزام مذکورہ بالا سے اپنے ذاتی علم کی بناپر کامل برأت ظاہر کی۔

جناب مولانا مولوی حامد رضاخاں صاحب نے جماعت پر سے اس الزام کے دفع کے لئے ابوالکلام صاحب سے وقت چاہا مگر انھوں نے نہ دیا اور اپنے جلسہ کی کارروائی شروع کردی یہ ہے وہ جو واقع ہوا اب جمعیت والوں کی عمیت دیکھیے اپنے اخیر دن اپنے اوس رزمہ کی نقل جو اعلیٰحضرت کے

---

[1] حالانکہ یہ اخبار مشرق میں شائع اور مولوی عبدالباری صاحب پر سوالاً وارد ہونے کے علاوہ ترددون کے رکن رکین جناب مولوی احمد مختار صاحب صدیقی میرٹھی کی عینی شہادت ہے جسے وہ اپنے مضمون اخبار حق میں دبدبہ سکندری والسواد الاعظم میں شائع فرماچکے ابوالکلام صاحب ہر جگہ یہ کانوں پر ہاتھ دھرنے سے کام لیتے ہیں یہی بنات ہو تو نہ کبھی کسی چور پر چوری ثابت ہوسکے نہ کسی مجرم پر جرم ۱۲ منہ

وسنو بمعنی جان بچانے کو بھیجا تھا جواب دی، اور رات ہی میں جو اوس کا دنداں شکن جواب گیا تھا چھپا لیا کہ کوئی جانے انھوں نے تو تحریر بھیجی اودھر سے جواب نہ آیا۔ اب ہم اوس جواب کو درج کرتے ہیں مسلمانان اہل انصاف خود ملاحظہ فرما کر خدا لگتی کہدینگے کہ جمعیت والوں نے کس کس مکر و حیلہ کی آڑ لیکر مناظرہ سے گریز فرمائی۔ یہ تحریری ثبوت ہیں اور خطوں کی رسیدیں ہمارے پاس موجود ہیں۔ زبانی بکنے کو ہر شخص جو چاہے بک سکتا ہے۔

نقل خط جماعت جو بجواب رقعہ حیلہ لقبعہ مولوی ابوالکلام صاحب گیا اور ابتک لا جواب ہے اونھوں نے بکمال حیا اپنا رقعہ چلتے وقت چھاپا اور لاجواب جواب کو چھپایا مسلمانو وہ جواب یہ ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

جناب مسٹر ابوالکلام صاحب آزاد

بارے آج چوتھے دن شب کے آٹھ بجے کے بعد آپکا ایک خط آیا بچاؤ کی تدبیر تو کسی نے اچھی سوجھائی کہ وہ کفریات وضلالات و وبالات جو آپ حضرات برت رہے ہیں اور جن پر اعتراض ہے اور جو وجہ خلاف ہیں اون سب کو یکسر بالائے طاق رکھیے اور جن باتوں کی خود ادھر سے بار بار تصریح چھپ چکی اون میں مناظرہ چاہیے۔ کسنے کہا تھا کہ سلطنت اسلامیہ اور اماکن مقدسہ کی حفاظت بری ہے کیا فرمان اقدس میں طبع ہوا کہ سلطنت اسلام کی خیرخواہی ہر مسلمان پر فرض ہے کون مسلمان ہوگا کہ اماکن مقدسہ کی حفاظت نہ چاہیگا۔ کیا رسالہ سکندری والسواد الاعظم میں اعلیٰحضرت کا ارشاد نہ چھپا کہ سلطان اسلام کی کفار سے جب جنگ ہو مسلمانوں پر حسب استطاعت اونکی ... فرض ہے استطاعت سے زیادہ نہیں اسیطرح اماکن مقدسہ کی حفاظت اعلیٰ حسب الوسعہ

فرض ہے۔ کہا یہ تھا کہ جو طریقے اسمیں آپ حضرات برت رہے ہیں وہ کفر و ضلال و وبال ذکال ہیں
اس کا اگر آپ اقرار کرلیں تو مناظرہ ختم ہو گیا یہی ہمارا مدعا تھا۔ اب آنا رہا کہ اون کفروں ضلالوں بالوں
سے صاف توبہ چھاپ دیجئے اور ہندؤں وہابیوں دیوبندیوں سے بالکل قطع کرکے تحفظ سلطنت
اسلامیہ و اماکن مقدسہ کی جائز و ممکن تدبیریں کیجئے ہم آپ کے ساتھ ہیں اور اگر اپنی اون باتوں کا
کفر و ضلال و وبال ہونا قبول نہیں تو اسی میں خلاف ہے اسی پر مناظرہ ہے۔ اتمام حجت نامہ کے سوالات
اسی پر ہیں اونکا جواب لینے کو ہمیں اپنے جلسہ میں آنے دیجئے وقت بتائیے آپ کے اعلانوں میں
تو مطلق مخالفین پر جلسہ میں اتمام حجت کا وعدہ تھا۔ ہم بھی مخالف ہیں اب علم کہکر موںھ نہ چھپائیے اور یہ
اوس سے بھی بڑھکر کہی کہ ترک موالات و اعانت اعدائے محاربین اسلام میں خلاف ہے سبحٰن اللہ
یہی تو ہم کہہ رہے ہیں کہ آپ صاحبوں نے قرآن کریم کو پسِ پشت ڈالا و غمنانِ خدا سے موالات اتحاد
خلوص اخلاص کی ٹھہرائی ادھر سے کس غیر مسلم کی موالات کو کہا گیا آپ تو محاربین کی قید گڑھتے ہیں
اور ہم ہر کافر سے موالات مطلقًا حرام بتاتے ہیں۔ کیا المحجۃ المؤتمنہ صفحہ ۱۰۷ میں صاف تصریح نہیں کہ
موالات مطلقًا ہر کافر سے حرام ہے اگرچہ ذمی ہو اگرچہ اپنا باپ یا بیٹا یا بھائی ہو۔ سبحٰن اللہ اپنے قصور کا دوسرے
پر الزام۔ مہربانا تحقیق حق اس بہلنے چلنے سے نہیں ہوتی نہ آپ ہم سے موںھ پھیر سکتے ہیں کہ آپکے
اعلان عام میں کسی خاص کا نام نہ تھا نہ جلسے میں ہمارے مناظرے کو روک سکتے ہیں کہ جلسہ میں اتمام
حجت چاہا تھا۔ آپ اپنے کفریات و ضلالات کو کہ وہی بنائے مخاصمت ہیں چھپا کر کوئی متفق علیہ بات
مناظرے کے لئے پیش کر سکتے ہیں اسکی نظیر تو یہی ہوگی کہ کسی پادری سے تین خدا ماننے مسیح کو خدا اور
خدا کا بیٹا جاننے وغیرہا کفروں پر مسلمان مناظرہ طلب کریں وہ جان بچانے کو کہے کہ سنا ہے کہ آپ لوگ
نبوت مسیح کے منکر ہیں اسمیں مناظرہ کر لیجئے۔ کیا اوس سے نہ کہا جائے گا۔ کہ او مناظرہ سے بھاگنے والے
اور راوٹی ہانک ہانکنے والے نبوت مسیح سے کسے انکار تھا جن باتوں پر مناظرہ طلب تھا تو اونکو
صاف اڑا دئے اور ایک متفق علیہ بات پر مناظرہ گا لے۔ کیوں جناب کیا اوسکے لئے بنے ہوئے پاگل
سے بہتر کوئی اور لقب تجویز کیجئے گا۔ اعلحضرت بھی اگر اوس عیار پادری کو موںھ لگا ئیں قابل جانتے
تو اون خلافیات پر مناظرہ فرماتے یا نبوت مسیح پہ اکو اگر رقعہ بازیوں سے وقت ٹالنا اور تشریف لیجانا
ہو تو دیسے ہی کہہ دیجئے در نہ فوراً فوراً ہماری مطبوعہ گزارش قبول کرکے ہمیں وقت دیجئے یا لکھ دیجئے کہ ہم

اپنے عوام کو اسند عنایت اور اتمام حجت کے جھوٹے دعوے سے باز آتے ہیں بہتر تو یہ کہ ابھی ورنہ صحیح سمجھے کہ جواب عطا ہو ورنہ آپکی اجازت سمجھی جائے گی کہ خود آپ کے مطبوعہ اعلان اجازت عام دے رہے ہیں۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

طالبان مناظرہ

۱۳ رجب ۱۳۳۹ھ

جماعت مبارکہ نے روز اول ستر سوال کے ساتھ چھاپ دیا تھا

جواب آپ حضرات کے تحریری دستخطی ہوں زبانی نفظ ہوا میں اوڑ جاتے ہیں۔ ہدایت۔ سوالات اتمام حجت نامہ کا نام آنے دیا نہ اصحاب اربعہ طالبان مناظرہ کو وقت دیا نہ زبانی مگر خرچ نے سوا کوئی رستہ لیا ورنہ آپ اسیر قادر تھے نہ انشاء اللہ العزیز قیامت تک قادر ہوں اور صاحبوں کے ساتھ وہی زبانی تو تو میں میں رکھی جسمیں آپکو جو چاہیں بنا لینے انہوں کی جوڑ کر ناواقفوں کو بہکا لینے کا موقع رہے اسکا علاج یہ ہے کہ مولوی ابو الکلام صاحب اور عبدالماجد بدایونی صاحب اور ہم ایک میدان میں جمع ہو کر مباہلہ کریں واحد قہار جل وعلا سے امید واثق ہے کہ جھوٹے پر نوراً اپنا عذاب اوتاریگا وحسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

اور پھر کچھ بھی نہیں جھلی مابہ النزاع اصل بنائے مخاصمت یہی آپ حضرات کے کفریات وضلالات و وبالات جنکا مختصر ذکر اتمام حجت نامہ میں ہے وہ کدھر گئے مناظرین جماعت کا مناظرہ تو بدستور تمام شد کہ آپنے ایکبار بھی اونکی ایک بات کا بھی جواب ندیا۔ ہم عرض کرچکے کہ ہار جیت مقصود نہیں الحمد ورسولہ واسطے تحقیق حق منظور ہے آپ اگر حق پر ہیں ستر سوالات کے جواب منصفانہ دیجئے اور ہیں ہی اپنے ساتھ لیجئے ورنہ حق قبول دیجئے اور اپنے ساتھ عوام کا دین برباد نہ کیجئے۔ اتنی سی بات ہے اور محمد اور وہ عراسی پیرنے کی حاجت نہیں۔ اب وقت مقرر کیجئے اور مولوی ابو الکلام و

مولوی عبدالباری و عبدالماجد صاحبان جمع ہو جائیں اور تشریف لائیں یا ہمیں بلائیں اتنا ہو اونکا وہ جلسہ ہو چکا جسمیں نصرانی طرز کی تقلید تھی مناظر کو پانچ منٹ گنکر دئے جاتے اور اول کے بدر با طالبان مناظرہ بولتے نہ پاتے حق کا صاف ہونا چاہتے ہو تو راہ حق یہ ہے والسلام علی من اتبع الہدی۔

ارکین جماعت مبارکہ رضائے مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

نادان بھولی انجمن

آقا نے ایک احمق نوکر رکھا تنخواہ مقرر کی اور کہا خوش ہوں گے تو اضافہ کر دیں گے۔ اونٹ گم گیا نوکر نے بالاخانے پر جا کر آقا سے پوچھا اونٹ یہاں تو نہیں آیا۔ اونھیں ہنسی آئی کہا اضافہ کیجئے۔ اہل سنت کے کتنے بیانات، اعلانات شائع ہیں کہ مشرکین سے وداد و اتحاد، غلامی انقیاد، اونکو اعتماد کسی امر دینی میں استعانت و استمداد اونکی جیسی تعظیمیں جس طرح ہو رہی ہیں دہابیہ سے میل و دیوبندیہ سے اختلاط اون کی تعظیمیں صدارت رکنیت وغیرہا امور برباد کن دین و بیخکن اسلام ہیں۔ ان باتوں میں مسلمانوں کو ان سے نزاع ہے اور جب تک وجوہ نزاع قائم اتفاق ناممکن۔ کیا خلافت کمیٹی ان سب باتوں سے باز آئی کیا ان سے سچی توبہ شائع کر دی کہ اہل حق کو اپنی شرکت کی طرف بلاتی ہے۔ کیا مولوی سید سلیمن اشرف صاحب نے ان امور کو جائز بتایا تھا کیا مسئلہ حمایت سلطنت اسلام و حفاظت اماکن مقدسہ و ترک موالات کفار کہ خالص دینیات ہیں۔ انہیں مشرکین سے اتحاد سنایا تھا کہ بھولی انجمن اضافہ مانگتی ہے۔ طرفہ یہ کہ طالب شرکت خود مائیہ فساد و فرقہ بندی یعنی دیوبندی یا اونکے بندہ و بندی۔ آپ کے اسی جلسے کے دوران میں اہل حق کا اعلان چھپا۔

پیارے نبی علیہ افضل الصلاۃ والثناء کی پیاری آواز اور ادھیں کھولکر بتادیا گیا کہ کمیٹی دین آلہی میں اپنے اختراعوں ــــ افتراؤں سے اوس حدیث صحیح کی مصداق ہے

کہ آخر زمانے میں دجال کذاب آئیں گے جو وہ باتیں لائیں گے کہ مسلمانوں کے باپ دادا نے

بھی نہ سُنیں۔ مسلمان اون سے دور رہیں اونھیں اپنے سے دور کریں کیا کمیٹی نے اون باتوں سے توبہ شائع کردی یا حکم نبوت منسوخ کرنے آئی ہم ہزار بار کہہ چکے اور ہمیشہ کہیں گے اور اب بھی

اعلان

ہے کہ مشرکین وہابیہ و دیوبندیہ کو قطعًا ترک کرد و خالص سنی رہجاؤ اور تمام کفریات و ضلالات و بالات سے جنکے مرتکب ہورہے ہو توبہ چھاپکر باز آؤ سلطنت اسلام و اماکن مقدسہ کی حفاظت جائز و ممکن و مفید طریقوں سے چاہو ہم تمھارے ساتھ ہیں بلکہ تمھاری خدمت کو حاضر ہیں۔

مُطالبہ

جناب مسٹر ابوالکلام آزاد صاحب نے جناب مولوی سید سلیمن اشرف صاحب سے عاجز آکر برسر جلسہ اقرار کردیا کہ تمام کفار سے موالات مطلقًا حرام ہے اب کیوں نہیں ہنود سے مقاطعہ کیا جاتا فورًا اسپر عمل کیجئے اور اعلان چھاپیے حرام پر اصرار کو جناب مولوی عبدالباری صاحب کفر لکھ چکے ہیں۔

مؤاخذہ

اوسی جلسہ میں جناب آزاد صاحب علانیہ یہ اقرار بھی فرما چکے ہیں کہ گاندھی کا پس روبت پرست اور گاندھی او سکا بت اتنوں سے باز آئیے اور مولوی عبدالباری صاحب سے بھی بت پرستی چھڑائیے۔

تقاضا

آسمان و زمین کے مالک کی قسم کہ اتمام حجت تامہ نری ہارجیت کے لئے نہیں تحقیق حق کیواسطے ہے کمیٹی کا جلسہ تھیا جانے وجہ جناب مولوی عبدالباری و جناب ابوالکلام آزاد و عبدالماجد بدایونی صاحبان تو نہیں گم گئے اب اونسے جواب کیلئے کہیے کہ بات صاف ہونے پر یا تم آپ کے شریک ہوجائیں گے یا آپ ہمارے۔

۱۷

اطلاع

جناب مولوی سید سلیمن اشرف صاحب کو رئیس وفد جماعت مناظرین کہنا غلط ہے ارکین جماعت اپنے مطالبوں کی بناپر اتمام حجت تامہ کا مناظرہ کرنے تشریف لیگئے تھے جنھیں وقت ندیا گیا اور مولانا سید سلیمن اشرف صاحب اپنے انفرادی خط کی بناپر فقط۔

ارکین جماعت مبارکہ رضائے مصطفےٰ علیہ افضل الصلاۃ والثناء

۱۷ رجب المرجب ۱۳۳۹ھ

نامی نامہ جناب مولانا مولوی حافظ حکیم محمد نعیم الدین صاحب جو جلسہ کی کیفیت واقعیہ کو ظاہر کرتا ہے اور کذابوں کے کذب کا پردہ کھولتا ہے

سیدی دامت برکاتہم سلام نیاز کے بعد گذارش حضور سے رخصت ہو کر مکان پہنچا یہاں آکر میں نے اتمام حجت تامہ کا مطالعہ کیا فی الواقع یہ سوالات فیصلہ ناطقہ ہیں اور یقیناً ان سوالات نے مخالف کو مجال گفتگو اور راہ جواب باقی نہیں چھوڑی۔

میں سچ عرض کرتا ہوں اور بقسم عرض کرتا ہوں کہ اس مکالمہ میں ایسی بین اور زبردست فتح ہوئی ہے جسکا کبھی تصور بھی نہ تھا۔ وہ بے معنی پرجوش مجمع جو گاندھی اور شوکت علی کے خلاف کوئی بات سننا گوارا ہی نہیں کرتا۔ محمد علی جناح اور لاجپت رائے کو یہ میسر نہیں ہے کہ ایک کلمہ خلاف کا زبان سے نکال سکیں۔ ناگپور میں شوکت علی کو مولانا نہ کہنے اور مسٹر کہنے پر محمد علی جناح کو شیم شیم اور غیرت غیرت کے آوازے سننے پڑے۔ اور بریلی کے جلسہ کیلئے تو تمام ہندوستان میں شور مچایا گیا تھا اور اخباروں اشتہاروں کے ذریعہ سے بہت جوش پھیلا دیا گیا تھا۔ ہزار مولوی ہوتے تو ممکن نہ تھا کہ اس مجمع میں روبرو کھڑے ہو کر خلافت کمیٹی کے تمام ارکین کا ایسا صریح خلاف کر سکتے۔ اگر یہ جلسہ بریلی میں ہوتا تو یہ بات میسر نہ آتی۔ مگر بے شبہہ یہ حضرت کی کرامت اور حضرت کے فضل و کمال کی ہیبت تھی کہ ابو الکلام جیسے زبان آور شخص کو مجمع میں یہ سب کچھ سننا پڑا۔ میرا خیال ہے کہ مزید

ابو الکلام کو اتمام حجت کے مطالعہ کا موقع مل چکا تھا۔ اور اوسی نے اون میں ہمت باقی نہ چھوڑی
تھی حقیقۃ الامر یہ ہے کہ یہ لوگ ترک موالات کو حکم شریعت سمجھکر نہیں مانتے ہیں یہ تو
مسلمانوں کو اپنے موافق کرنے کے لئے آیتیں تلاوت کر لیتے ہیں مانتے تو ہیں گاندھی کا حکم سمجھکر
یہی وجہ ہے کہ ترک موالات کیساتھ ہنود سے موالات فرض سمجھتے ہیں آج تمام ہندوستان
جانتا ہے کہ خلافت کمیٹی صرف گورنمنٹ سے ترک موالات بتاتی ہے۔ اور ہنود سے موالات
بلکہ اونکی رضا میں فنا ہو جانا ضروری قرار دیتی ہے۔ اور اسپر ہمیشہ مجمعوں میں زور دئے
جاتے ہیں۔ اخباروں میں اسپر مضامین کس شد و مد سے لکھے جاتے ہیں۔ اور یہ خلافت کمیٹی
کا مقصود اعظم اور پہلا نصب العین ہے۔ خلافت کمیٹی گاندھی کی بدولت تو وجود ہی میں آئی
اوسکے اشاروں پر تو چل ہی رہی ہے پھر ہنود سے ترک موالات حرام و کفر نہو تو کیوں نہو۔
کیا یہ حیرت انگیز بات نہیں ہے کہ ابو الکلام نے بھرے مجمع میں صاف الفاظ میں اقرار کیا کہ بیشک موالات
تمام کفار و مشرکین سے ممنوع و حرام ہے جیسے نصاریٰ سے ناجائز ایسی ہی ہنود سے ناجائز
کون کہتا ہے کہ آیۂ ممتحنہ سے موالات غیر محاربین کا جواز نکلتا ہے کس ذمہ دار شخص نے ایسا
کہا ہے اگر ہندوستان کے ۲۲ کرور ہندو سب کے سب گاندھی ہو جائیں اور مسلمان اونکو اپنا رہنما
بنائیں تو یہ بت پرست ہیں اور سب کے سب یہ تقریر پر زور الفاظ کیساتھ ابو الکلام نے اوس
مجمع میں کی جہاں ہندو بکثرت موجود تھے مگر اونپر ایسا خوف غالب تھا کہ وہ اونکی دلداری
بھول گئے اور یہ انکی کہنے لگے اگر اور کچھ نہوتا صرف اتنی ہی بات ہوتی جب بھی میں کہہ سکتا
تھا کہ ہماری زبردست فتح و کامیابی اور اونکی حد درجہ کی ذلت و شکست ہوئی مجمع کو یہ باور
کرانیکے لئے کسی دلیل کے کیا معنی اشارہ کی بھی ضرورت نہیں ہے کہ خلافت کمیٹی محبت ہنود کو
جزو ایمان سمجھتی ہے۔ وہ مجمع ہندوؤں سے ترک موالات کی فرضیت ابو الکلام کی زبان سے
سنکر کیا اس بات کا اندازہ نہ کر سکا کہ اسپر کیسا خوف غالب ہے کہ یہ خلافت کمیٹی کے اصل اصول
اور سنگ بنیاد ہی کو اوکھاڑ کے پھینکے دیتے ہیں۔ جو منظر میری آنکھوں نے دیکھا حضرت کے
سامنے اوسکی تصویر پیش کرنے سے عاجز ہوں۔ اس ایک ہی اقرار نے اونکی اور جمعیۃ العلماء کے
تمام مجمع کی عزت و آبرو کو خاک میں ملا دی۔ پھر کفریات کا شمار آور قربانی کے مسئلہ میں خلافت

کمیٹی اور جمعیۃ العلماء دونوں کو مجرم قرار دینا مولوی عبدالماجد صاحب کے شانہ پر ہاتھ رکھکر یہ کہنا کہو میاں تمھاری بھی مسجدیں بچھڑاون کے مذکر بنانے کا ذکر کرکے او سپر کفر کا حکم لگانا - مولوی عبدالباری صاحب پر کفر کا حکم لگانا کفریات کا ذکر کرنا اور ابوالکلام کا سب سے جان چھڑانا کسی کا جواب نہ دینا یہ اونکے مبہوت اور حواس گم کردہ ہونے کی دلیل نہیں اونکے عجز تام اور لاجواب محض ہوجانے کا اٹل ثبوت نہیں تو کیا ہے - کیا وہ ایسا ہی خاموش ہوجانیوالا شخص ہے کیا کسی دوسرے مقام پر بھی اونکو ایسا ہی دبا سکتے تھے -

بریلی میں جمعیۃ الوہابیہ کے جلسے میں اس اعلان کے ساتھ ابوالکلام اور تمام جمعیت کے موہنھ پر اونکے کفر کے حکم لگائے جائیں اور وہ سب دوختہ وہاں ہوں - یقیناً یہ حضرت کی کرامت اور حق کی شاندار عظیم الشان فتح ہے -

فتح میں کیا کسر رہ گئی کیا ابوالکلام اپنے موہنھ سے یہ بھی کہدیتے کہ میں ہار گیا -

جسوقت ابوالکلام تقریر کر رہے تھے میں اونکی برابر بیٹھا تھا میں دیکھ رہا تھا کہ اونکا بدن بید کی طرح لرز رہا ہے یہ میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ اوس مقابلہ کا اثر تھا یا اونکی ایسی عادت ہی ہے مجمع مولوی سلیمن اشرف صاحب کی تقریر کو دل لگا کر سن رہا تھا - لوگوں کی فرمایت ہو رہی تھی کہ مولانا بلند آواز سے تقریر فرمائیں یہاں تک اچھی طرح آواز نہیں پہنچی - اللہ اکبر کے نعرے لگائے جاتے تھے یہ اثر دیکھکر خود ابوالکلام سبحان اللہ اور جزاک اللہ کہتے جاتے تھے - دوسرے روز اگرچہ جمعیۃ العلماء کا جلسہ نہ تھا کانگریس کا جلسہ تھا وہ دوسری چیز ہے مگر جو مقرر ہند و ہو یا مسلمان وہ کل کی خفت مٹانے اور بگڑی ہوئی بات کو بنانیکے درپے رہا اور کوئی صورت بات بنانیکی خیال میں نہ آئی بجز اسکے کہ ہم مسرت کا اظہار کرتے ہیں کہ وہ حضرات آئے اور انھوں نے شرکت فرمائی - اور صلح ہوگئی - روانگی کے وقت بریلی کے اسٹیشن پر ایک تاجر صاحب نے مجھسے کہا کہ ابوالکلام جسوقت بریلی سے جا رہے تھے میں اونکے ساتھ تھا وہ یہ کہتے جاتے تھے کہ اونکے جسقدر اعتراض ہیں حقیقت میں سب درست ہیں ایسی غلطیاں کیوں کیجاتی ہیں جنکا جواب نہو سکے اور اونکو اسطرح گرفت کا موقع نہ ملے تیں اپنی اس مسرت کا اظہار نہیں کرسکتا جو مجھے اس فتح سے حاصل ہوئی - میدان مولوی سلیمن اشرف صاحب کے ہاتھ رہا - حضرت کے

غلاموں کی ہمت قابل تعریف ہے۔ حضرت مولانا حامد رضا خاں صاحب نے ابوالکلام سے فرمایا کہ آپ توبہ کیجیے۔ اونھوں نے کہا کس چیز سے فرمایا اپنے کفریات سے یہ سنکر وہ بھونچکا ہو گئے اور کہنے لگے میں نے کیا کفر کیا ہے اوسوقت کسی کی نظر میں ابوالکلام ایک طالب علم کی برابر بھی نہیں معلوم ہوتے تھے ایک طرف سے مولانا بیان میاں اعتراض کرتے ہیں ایک طرف سے مولوی حسنین رضا خانصاحب الزام دیتے ہیں وہ سوائے قسمیں کھانے اور اپنے اوپر لعنت کرنے کے اور کچھ جواب ہی نہیں دیسکتے۔ یہ تمام کارروائی کرکے مولانا حامد رضا خانصاحب اون سے دستخطی تحریر چاہی۔ اونھوں نے روداد میں چھاپنے کا وعدہ کیا اونھوں نے فرمایا کہ جبتک ہمارے ان ستر سوالات کے جواب نہ ملیں اور ہر شخص اپنے اپنے کفریات سے توبہ نکرے اوسوقت تک ہماری آپکی صلح نہیں ہوئی۔

یہ نہایت زبردست باتیں تھیں اور حضرت کے صدقے میں ابوالکلام صاحب کو بالکل دبا لیا تھا۔ اب ضرورت ہے کہ جلد سے جلد اسکی اشاعت کیجائے۔ اگرچہ وہ مضمون پڑھ گیا ہے لیکن روداد جلسہ کی صورت میں چھاپا جائے۔ اور آخر میں مطالبہ کیا جائے کہ جن باتوں کا ابوالکلام نے اقرار کیا ہے مثلاً ہنود سے ترک موالات اوسپر عمل کرکے دکھائیں اور اپنی تحریریں اوس اقرار کو شائع کریں اور جن کفریات سے مجمع عام کے اندر سکوت کیا گیا ہے وہ سب کے مسلم کفر ہوئے۔ اگر جواب ہوتا مجلس مناظرہ میں کس دن کیلئے اوٹھا رکھا جاتا نیز یہ کہ مولوی حامد رضا خانصاحب نے ستر سوالوں کے جواب کا جو مطالبہ کیا تھا اوس کا جلد سے جلد جواب دیا جائے۔ یہ روداد کثیر تعداد میں بہت جلد شائع ہو تو نہایت بہتر۔ والسلام

حضور کا حلقہ بگوش
نسیم

جانسوز فریاد حرم بدربار کرم

تم سے فریاد ہے سرکارِ رسالت میری — کیجے گمراہون کے حملون سے حفاظت میری

نام کے ہین جو مسلمان وہ عدو ہین میرے — انکے دل مین نہین واللہ محبت میری

ہین یہ سورج کے خفاش نہین میرے طالب — دھوکے دینے کو یہ بنتے ہین جماعت میری

آپ ہی تو یہ نصارے کے مددگار بنے — آپ ہی روتے ہین چھپ چھپ کے مصیبت میری

ق

آپ کہتے ہین کہ اللہ نے ارشاد کیا — اب کبھی کفر سے ہوگی نہ معیت میری

آپ ہی کرتے ہین منھ بھر کے خدا کی تکذیب — دستِ کفار مین گا گا کے حکومت میری

جنگِ بلقان مین چندے کیے لاکھون ہضم — نہ تو ترکون کی مدد کی نہ اعانت میری

انکو دعوے ہے کہ اسلام کو چمکاتے ہین — کیا کبھی پس روِ گاندھی تھی شریعت میری

اتحاد اونسے منایا جو ہین میرے بدخواہ — مشرکون سے یہ کہا بنینگے حمایت میری

فتحِ بغداد پہ جب تار نصارے کو دیے — حیف اوس وقت نہ یاد آئی مصیبت میری

فتحِ بغداد سے غم مجھکو ہوا انکو خوشی — واہ کیا خوب نباہی ہے رفاقت میری

نجدیون ہی نے ستم پہلے بھی مجھپر ڈھائے — دل سے ابتک نہ گئی انکے عداوت میری

اب بھی بدبخت وہی مجھپہ ستم کرتے ہین — چاہتے ہین کہ ہو برباد عمارت میری

انکے ظلمون نے تو بیحد مجھے مظلوم کیا — ہوگی محشر مین خدا سے یہ شکایت میری

مجھکو بتخانہ کا ہمسر سمجھتے ہین یہی — حاصل اسکو ہے بتلاتے ہین زینت میری

عمر آیات و احادیث مین جتنی گزری — بت پرستی پہ چڑھا دی یہ کی حرمت میری

چاہتے ہین کہ مقدس بنین سنگم پریاگ — میری مانند مقابل مرے صورت میری

گنگا جمنا کی زمینون کو مقدس بولین — معبدِ کفر کو دیتے ہین طہارت میری

بت پرستون کو مساجد مین کیا واعظِ دین — بس چلے گا تو بنا دینگے یہی گت میری

گاندھی کو بھیجدیا حق نے مذکر کرکے — انکے کفرون سے مکدر ہے طبیعت میری

خطبۂ جمعہ مین داخل کرین مدحِ مشرک — مجھ مین بت رکھکے مگر چاہینگے حرمت میری

گئو ماتا کو بچاتے ہین یہ قربانی سے — مشرکون سے یہ ہے الفت کہ محبت میری

تلکی مشرک کی اوٹھاتے ہین دھرم سے تو کہین | شیوۂ کفر ہے یہ یا ہے طریقت میری
رام لچھمن پہ چڑھین پھول تلک لگوائین | انکے ہاتھون سے چمکتی ہے عبادت میری
پوجنے کیلیے قرآن کو مندر لیجائین | بت پرستو۔ نہ رہی تم کو ضرورت میری
ساتھ قرآن رکھا ڈولے مین رامائن کے | کیون نہ بت خانہ سے پھر جائے طبیعت میری
تمکو مجھ سے مجھے اب تم سے علاقہ کیا ہی | کیون نہ بیزار ہو اب تم سے جماعت میری
بیٹھو دیگر مجھے پھر میری مدد کا دعوے | مونھ ہو گنگا کی طرف اور امامت میری
انھین دنیا کے طلبگارون نے لیڈر بنکر | لاکھون چندے کے ڈکارے ہین بدولت میری
فخر سے کہتے ہین ہر دم کہ ہین رہبر گاندھی | ق | معترض ہوتی ہے جب اس پہ جماعت میری
تو نصارے کا طرفدار بتاتے ہین اسے | کیا نہین ہے یہ کھلے بندون اہانت میری

گاندھوی فرقہ مرا نام نہ لے دور الگ | نہ مجھے تیری نہ تجھکو کوئی حاجت میری
صاحب فتح مبین ہین مرے مولی پیارے | اب ہوئی اب ہوئی سرکار سے نصرت میری

المشتہر فقیر غریب اللہ قادری رضوی بریلوی

عکس : رسالہ دوامغ الحمیر صفحہ ۶۲ تا ۶۴